

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شہزادہ اسماء

تصوّف کی پیشگیر کتاب

مُصَّفَّه

مشی نجم الدین صاحب رمی فضیلہ پیغمبر حکیمہ میم متوطن پانی بہت
صلع کرناں

ملک محمد احمد خاں یخیر صوفی پندھی بہاؤ الدین صلح گجرات کیوا اسٹے

با ہتمام مشی مسند بلاں کر منش

کارخانہ بِلَوْنِی شیم پرستِ رَسَادَه وَ حَوَّرَهُ صَلَحَ ابَاللهِ صَلَحَ جَوَانِی

تعداد طبع (۱۰۰)

تیمت فی جلد ۰۳

آہلِ سماں تھوڑا شہادتی جو بُون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بنام آنکہ ادناسے ندارد بہرنا سے کہ خوانی سے برآرد
درحقیقت نیست حق رائیج نام دم زدن اینجا شاید واسلام

عِوَالُمُ الْخَمْسَةِ

کالمین نے ذات کے مراتب یا عوالم جواز روئے کشف تحقیق کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) بُوروت

وہ حالم میں جہاں نہ اپنی خبر نہ اس بے غیری کی خبر

(۲) لاہوت

یہاں اپنی خبر ہوتی ہے اور الہوت کا دعوے لے۔

و۳) جہروت

یہاں اپنے وجود سے خود باتفاقیل شناشائی ہوتی ہے۔

(۴) ملکوت

یہاں اپنی بصیرت، جعلیل میں آپ شنوں ہوتا ہے۔

(۵) فاسوت

یہی عاطم ظاہر جہاں ہر منہموں خود ظاہر ہے، یا یوں سمجھو:-

لا، جب خواہشون میں پڑا انسوت میں ہے۔

(۱) جب اپنی حمد و شنا میں مشغول ہو، ملکوت میں ہے۔

(۲) جب اپنے آپ کو پچانا جبروت میں ہے۔

(۳) جب اتنی دانہ کا نعرہ مارا لاہوت میں ہے۔

(۴) جب سب حالتیں گم ہیں یعنی غیر مطلق تو فاسوت میں ہے

یا یوں سمجھو:- کہ فاسوت باطن لاہوت کا اور لاہوت باطن جبروت کا اور جبروت باطن ملکوت

دست باطنی نامہست کلہ اور یہ مراتب جہات کے ہیں نہ اور پر زیچے نہ دوں میں نہ بائیں نہ آگے نہ
اسی طرح زمانہ کو بھی یہاں داخل میں ہا اور یہ چو مراتب کی تقدیم و تاخیر صرف سمجھانے کے
لئے۔ بدشہ ذات حق اس سے پاک ہے کہ پہلے کچھ و تھی اپنے حجیہ کچھ اور ہوئی بلکہ وہ ہر آن میں بھی ہے جو تھی

۱۱۔ مہمیل عمارت

جب ایک کامل فوج مہما تعمیر مکان کا ارادہ کرتا ہے تو اول اس کے ذہن میں ایک مکان ہوتا ہے
ال پھر اس کے تمام اجرہ کو بالتفصیل لانے ڈین میں بتفضیل ہے حکمت تریب دیتا سے پھر اس
کے سوافق کا غذہ پر قشہ تیار کرنا ہے۔ پھر تھیک اسی کے مطابق خشت و مصالحت و رد و بوار بنا کر
نکھڑا کر دیتا ہے پس وہ اجتماعی مکان جو فہرمن عالم میں ہے مکان لاہور شہر اور اسکی تفصیلی صورت
ہے اور اس کا نقشہ کاغذ پر عالم مشاہد یا مکوت اور مکان تعمیر شدہ ناسوت ہے اور وہ حالت کر زمانہ
وہ اس کا نقشہ و تعمیر کا ارادہ و سعید کراپنی اور اپنے کمال کی خبر وہ تباہ ہوت ہے۔

۱۲۔ مہمیل آفتاب

آفتاب پر چاند کا چمکنا۔ زمین پر موجود کا بد لانا۔ بناءات کا آنداز پھولوں کا آکنا۔ پھولوں کا کھلانا۔
لوں کا پکنا۔ سرہند بخارات کا اٹھانا۔ ہواں کا چلننا۔ مینہ کا بر سنا۔ ندی نالوں کا چڑھنا۔ حیوانات کی
اچل یہ بکھہ آفتاب جہانتاب کے پرتو سے ہو رہے گروہ اور اسکی شعاعیں نہ نفید ہیں۔ آناد
سی سے تعلق رہے تعلقی نہ مشتعل بخارا نہ معتعل و بیکار بلکہ بلاغرض خاحت اپنے آپ نہ شارق تباہ ہے۔

۱۳۔ مہمیل سیاہی

سیاہی ذات ہے تو حروف نقش صفات ہیں ذات پر نظر کرو تو واحد ہے صفات پر خیال کرو
وہ شہزاد طرح طرح کے خطوط و نقش نمایاں ہیں مگر سب کی اصل سیاہی ہے اور ہر شکل میں وہی ظاہر
ہے پس جو خوداری ہے وہ عین سیاہی ہے۔ غیر نہیں۔

۱۴۔ مہمیل خلا

طلسمات عالم خلا میں نہود رہتے بلکہ فلایں نہ اس کے ہونے سے کچھ بیشی نہ اس کے ہونے

سے کچھ کمی۔ ہر فڑہ اُس میں ہے اور وہ بذریعہ کو عیط نہ کسی سے جدا ہے کسی میشال جوں کا توں۔ الٰہ ان گما کان

۵۔ مثال برف

فرض کرو کہ ایک بحر غلم بے داس کی ابتداء ہے نہ استانہ کنارہ ہے نہ تو اس میں برف کی چنائیں پڑی تیر رہی ہیں۔ اب عورگ رو تصوڑہ برہنے اور سٹے پانی۔ اس صورت میں ظاہر کون ہے؟ وہی پانی اور باطن کیا ہے؟ وہی پانی مقول کیا تھا اور ہی پانی۔ آخر کیا ہے؟ وہی پانی۔ غرض برہنے ایک بندوں ہے بود ہے پانی سے پانی لپڑاہ میں پانی ہے۔ برہنے کی صفت اور اسم البتہ فانی ہیں۔ دراصل پانی کے سوا ز کچھ تھناز ہے نہ ہو گا جب برہن کو ایسی حقیقت کھلی تو زبان حال سے کھتا ہے۔

اعظم

یا طن تو ہے تو میں عیاں ہوں
تو ہی تو ہے تو میں کھاں ہوں

اول آخر نہ دریساں ہوں

سبح مج میں بحر بیکراں ہوں

ظاہر تو ہے تو میں خساں ہوں
تو ہی ظاہر ہے تو ہی باطن

تیرے ہوتے کمیں نہیں میں
جز نام نہیں نشان سیرا

اب دریا کی سوچ وجہا بینظر کرو تو وہ بھی پانی کی تعینات کا نام ہے۔ بس پانی ہی پانی ہے نہ غیر
لے سوچ نہ آپ کے جداگانہ داری دو ایں اونی دگر نہ دا ایں ادنی

مولمندار و م

لے بروں ازو هم قلل قیل من | خاک بر فرق من و عشیل من

جس کی صفت لیئیں گیشلہ شیئی ہے اس کی صرفت میں برہان و دلیل کیا اور تشییہ تمثیل کیا۔ دونوں بیکار مخصوص ہیں۔ عقل کی بجال نہیں کہ اس سیمان میں برہان دلیل کے کھوڑے دوڑے کے

مولوی نظامی

عقل در آمد کہ طلب کر دشمن | اترک ادب بو داد ب کر دشمن

تمثیل و تشییہ و رہ بھی محسوسات کی اگرچہ ایک کمیل ہے تا، عم اس میں مقصود اصلی کی طرف ایک اشارہ طیف ہوتا ہے جو طلب و تلاش کوتا زہ اور دل کو گرم کرتا ہے خاص کر طالبان جندی کے حق میں برہان و دلیل سے زیادہ موثر ہے ان کی استعداد و مذاق سے یہ طریقہ زیادہ مناسب رکھتا ہے اور بعدها حصول و دصوص خود معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کھوڑیوں کا سا کمیل بھپن میں ہوتا ہے نہ کہ جوانی میں

مجھ سے کیسے بچ مجھ ہوئی
ایں تصور دیں تھنگیں بعت است
یوں رطقلی سے بدانست حاجت است
فاغ از حسن است و تصور و خیال
ذات لا عالم

آن بخوبی پیش از است را نمیست
نمیست فهم تو شد اللہ نمیست

اعلم
بجز عالم میں طوفان ہے نہ سوچ گردا آپ
نہ یقین ہے نہ فکانا نہ راہ د مقام
خشکتے آپ راں اور ہے قطہ نایاب
یعنی آلان کمالاً نہ مبدانہ مآب

ذات بحث میں مطلق ہے جو اپنی حقیقت آپ ہے وہی ہست ہے وہی نیتی خود قائم و قیوم
خود ناظر و نظور خود فطاہر و نصر ہے نہ کل ہے نہ جزء مطلق ہے نہ مقید نہ عام ہے نہ خاص ناس میں
و حدت ہے نہ کثرت نہ اس ذر وال ہے نہ تغیرہ علم میں سمائی ہے نہ دوید میں آتی ہے بسب اسی سے
پائے جاتے ہیں مگر کوئی اس کو نہیں پاسکتا وہ سب کو محیط ہے لیکن خود احاطہ سے باہر ہے غیر
سے بے نیاز اور مساوا سے پاک ہے فهم و قیاس عقل قادر اک جسم و جان اسما و صفات سب
اس میں گم ہیں اس کی شناخت حیرانی اور اس کا نشان بے نشانی ہے عقل صرف آنکھتی
ہے کوہ ہے وجہ ان بولتا ہے کہ جو کچھ ہے اُسی سے ہے یا اسی میں ہے بخودی غل بجائی ہے
کہ خود وہی ہے۔ ۵

دو عالم چیزیں نقش صورت دوست
چہ جائے نقش و صورت بلکہ خود اوست

صفات

بے رنگ لالہ و گل نسریں جدا جدا
یعنی محب گردش پیمائہ صفات
اہر زمک میں بہار کا اثبات چاہئے
عادف ہمیشہ سہیت سٹے ذات چیئے

جب جستی مطلق مرتبہ نہور میں کسی خاص محلی کے ساتھ چلو گر ہوتی ہے تو اس نسبت کو صفت
کہتے ہیں اوجہ سمجھنے میں صفت ذات سے اور ایک صفت دوسرا صفت سے جدائے لیکن ذات کی
تحلی ذات پر کوئی شے زائد نہیں اس لئے صفت غیر ذات قمیں البتہ لازم ذات ہے کیونکہ ذات کا
نہور ہمیشہ پر وہ صفات ہی میں ہوتا ہے۔ **قلندر صاحب**

ذات را لازم بود تیرد صفات
ہم صفات را بود ملزم ذات

لطفت بے کشفت جاودہ آرائونہیں سکتے | غیر | چین زنگار ہے آئینہ باد بھار یکا

ذات حق کی صفات بھی کامل و قدیم لازوال نہیں اور ان کی حقیقت کا اور اک بھی ایسا بھی
ہے۔ جیسا کہ ذات کا صفات اگرچہ نامحدود و نامحصور ہیں۔ مگر ان کی کثرت سے ذات کی وحدت خفیہ
میں کچھ فرق نہیں آتا۔ مثلاً کسی شخص سے طرح طرح کی ادائیں ظاہر ہوئی ہوں تو اس سے وحدت شکست
بیل نہ جائیگی۔ والغرض صفات ذاتیہ یا اعلیٰ صفات سات ہیں (۱) حیات (۲) علم (۳) قدرت (۴) ارادہ
(۵) سمع (۶) بصر (۷) کلام۔ **قلائد رحماء حس**

ایں اسامی و صفت پیدا شدہ | غیرہ ذاتیش جوں گل داشدہ

ذات باعتبار صفت کہ اہم ہے مثلاً اللہ ذات بے مع جمیع صفات کے اور علیم ذات ہے
علم کے۔ اور قدریز ذات ہے بیج قدرت کے پس اللہ تعالیٰ اسم ذات سے علیم و قدری راسماً نے صفات
ہو جس طرح صفت خیز ذات نہیں بلکہ اسم عین مشتمی ہے یعنی وہی علم ہے وہی علیم وہی قدرت ہے وہ
قدیر، اور جو نکہ صفات کثیر ہیں۔ اس لئے اسماء بھی کثیر ہیں۔ پھر مرا ایک اسم مرتضیٰ ظہور میں اپنے کمال کے
تجھی کرتا اور اپنے ظاہر میں جلوہ کر جوتا ہے۔ مثلاً عیّم کا ظہور علوم ہے چنانچہ عالم اللہ میں کل معلوماً
قریہ ذرہ ازل سے لیکر اب تک حاضر ہے۔ لیکن یہ معلومات بھی غیر نہیں وہی ذات ہے وہی علم وہی علیم
وہی معلوم۔ اب مرتب ظہور پر غور کرو تو جتنا ظہور زیادہ آئنا ہی جا بڑیا دہ۔ یعنی ذات کا جذب علیم
و علم کا جذب عالم اور عالم کا جذب علوم ہے اس ظاہر بستے کر جا بڑی غیر نہیں بلکہ اپنا جذب اپ ہے۔

جا ب روئے تو، ہم روئے تھے درجہ حال | اتنا فی ازہمہ عالم زرب کے پیدا فی

یہاں تک جو مرتب بیان ظہور بیان کرنے کئے ہیں وہ ذات کے ذات، ہی میں ہیں اور علیم
ذات اور لازم ذات ہیں ذات بغیر انکے درودہ بغیر ذات کے نہیں۔ اسلئے انکی مستی واجب ہے اور
کمی و بیشی سے یا زوال و تغیر سے پاک ہیں اس کے بعد جو مرتب ظہور ہیں وہ آثار و افعال ہیں جو
وجود اصلی نہیں۔ بلکہ اسماء اور صفات کی تخلیقی ان کے لباس میں ظاہر ہو رہی ہے اس لئے وہ موجود
علوم ہونتے ہیں ان ظہورات کو دو جہاں بولتے ہیں، اول عالم امر ہے دوسرا عالم خلق۔ اول کو طرد
و سرے کو ناسوت بھی کہتے ہیں لیکن ظہور دو جہاں سے بھی ذات میں کچھ زیادتی نہیں ہوئی۔ اگر
کثرت بڑی تباہم ذات بھی تھی ویسی ہی اب ہے۔

مثلاً تم ایک آئینہ خانہ بناؤ اور اس میں اپنے آپ کو دیکھو تو سہرا بُنہ میں تقدیر اسکی وحدت
و استعداد کے مقداری شکل و صورت اور تقدیز ذات کا ظہور ہے اور ظہور بھی بکثرت لیکن تم خود ہو:

گھٹے نہ ڈھٹے۔ سہ مولمنار و م

آنچھہ اول آں نبوو اکنون نشہ
ذات را فروپی و آفات نئے

حق زایجاو جمال افراد نشد
در اشرا فرداں شد و در ذات نئے

روح اعظم

واستھے، چنانکہ اپنے جمال ذاتی اور کمال صفاتی کو خود مشاہدہ کرے تو اس نے روح کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اور اس آئینہ میں اپنے جمال اور کمال کا جلوہ دیکھ کر اپنی حمد ذہنا کی جسکی ناظم و روح میں ہوا۔ اب روح کی شرح لسکے سوا کچھ نہیں ہو سکتی کہ وہ امرِ حقیقی ہے اور امر کے معنے یہ ہیں کہ جس کی شے کا افروہ کیا تونکہ دیا کہ ہو سو گئی۔ سہ

زذا قش و رصدت اول قدم بود
فعفنت فپیہ شد از قدرست وال

ره جان اول از کتم عدم بود
ره جان اول از ذات تعالیٰ نئے

غرض یہ سے کہ ارادت و قدرت کا انہصار روح ہے اور وہ ذات جامع الصلوات کے لئے نہیں
آئینہ ہے یعنی جو کچھ ذات میں سے وہی روح میں بلوہ گر ہے، یا الیور کم جھوکہ ذات جان، سے تو روح اسکی صورت ہے جس طرح ذات مخفی ہے۔ اسی طرح روح مشهود ہے اور فوت کی طرح روح کی حقیقت بھی عقول اور فہم کی و ترسیں سے باہر رہے۔ بیان میں آننا ہی آنکھا ہے کہ وہ ایک عالم قدس ہے، جو کیفیت و کیفیت تھمت اور ساحت سے شکل و صورت سے اقصیٰ اور افصال سے جہات و سماسکے یا کسے ہم اور بھی یقین چیزیں پاتے ہیں جن کی نسبت نہیں کہ سکتے کیا ہیں، کہسی ہیں؟ اور کتنی ہیں؟ اور مثلاً شادی و غم کا اندر حسن و عشق کا جز بہ و افق اور مادا اور اس کی کیفیت یہم معلوم کرتے ہیں اس لئے جانتے ہیں کہ یہ چیزوں ہیں۔ لیکن ان کی حقیقت سے بچنے ہیں۔ بچنے روح جو تمام معلومات حقیقی و خیالی اور عقلی سے بزرگ و بھیت نہ رہے اس کی حقیقت کرن جان سکتا ہے نہ وہ خود آپ ہی جانے تو جانے۔ وہ حقیقت روح جملہ موجود استیں موجود و اول اور غلیظۃ اللہ ہے باقی تمام موجودات کی مستحکمی اسی کے نیفان سے سے ہوں جہاں اس کے تصرف میں ہیں سب کو محظا و رسید میں ساری سے مگر ہر شے میں اس کا انہصار جدا گاہ ہے جیسی جملی کی استعداد سے دیسا ہی اس کا انہصار سے فتنتوں میں حکمت ہے تو حیوانات میں خواہش، سماتیت میں منو سے توجہ دات میں کششی بلکہ وعین ہی اشیاء ہے وہ اشیاء سے درانتیا، اس سے جدنا ہیں صورت اشیاء جسم ہے اور مدتی اشیاء روح جسم کی ہستی بے روح نہیں اور روح کا انہصار بے جسم کے نہیں سے ہے۔

۸

در پر دو نہاں باشد بے پر زدہ عیلں باشد	هم در تین پر واحد هم جملہ جہاں باشد
جسم فانی ہے اگر اس کی زندگی پر کچھ اثر نہیں کرنے اگر ٹھوڑا مرکبیا یا گاڑی طلبی تو سوار کی بڑے سے	
مرکب من گز بپید گو بپیسر	من ہما نم خاہ سوار شیر کبیر
اس میں شک نہیں کہ روح جسم میں ہے اور ہم روح میں بلکہ ہم خود روح ہیں لیکن بتلاسے ہم ہیں اور اینی نادانی سے جسمانی سودا زیان کے سود میں ایسے خنوں ہوئے کہ اپنے اصل سے دور و مجنور ہو گئے کچھ نہیں جانتے کہ ہم کون ہیں اور کیا ہیں حضرت عطاء رضا صاحبؒ	
خبار خود نداری تا چہ چیزی	مکو بلکہ کہ لبس چیزے عزیزی
تو نی مرزا سردارے حقیقی	کر بار وح القدس ہر دم رفیقی
اگر از جان خود آنکاہ گردی	بر بـ الکعبـ بـیت اللـ گـردـی

روح اعظم ایک ہے اور اس کا پرواج حمام انسان میں جدا ہجتا ہے اور اسی جدا گانہ پر تو کاتا نام
روح جزوی ہے ان جزوی روحوں کی کثرت سے بھی روح اعظم کی وحدت میں کچھ جو نہیں پڑتا شاید
آفتاب کی روشنی بیشتر یعنی وہ جو کم در ہے جو صرف وحدت دکھائی دیتی ہے جو صاف
ہیں ان میں خود آفتاب نظر آتا ہے اب یعنی وہ پر خیال کرو تو جایا وہ حوض اور لاکھوں آفتاب ہیں
باہمہ نیز اعظم وحدت لا اشریک ہے ۵ روح

نفر قه در در ح حیوانی بود	نفس واحد روح انسانی بود
مشد منافق آفتاب جان ما	در درون روزن ابد این ما

قلب روم

ما در و بایا و اصل خانی اوست	اے خنک گھنک دل داندز پورست
جیسے روح ذات کا آئینہ ہے ایسے ہی تدبیح اور صفات کا آئینہ ہے جو محلی روح میں محبت ہے ۶	
قلب پیغسل ہے پر قلب بھی روح کی طرح عالم بے یا یاں بے حد و بی جہت اور لامکان ہے ۷	
ارض دسما کہاں تیری دست کو پاکے	ایراہی دل بے وہ کہ جہاں تو سما سکے

قلب کو اصل تو عالم ہر ہے گواہ کا سایا ملکن ہے جو کچھ عالم خلق میں موجود ہے اس کا عنوان
عقل اور نفسانی تنوں کا ترتیج سے خلق کی صورت میں ظہور کرتا اور بذریعہ حواس کے مجموعہ محسوسات
ہوتا ہے درست یہ گوناگون صورت میں معصوم شخص ہیں ہاسی سب سے خلق کو منود بے بودیا ہے تی سبز رحم کرتے
ہیں بزرگ یہ موبہستی موجود ہمچوں مگر دھاٹ پیکار نہیں ہے بلکہ ادن صعود مصور ہوں یا اس کا مادہ مخا

اللئی کے آثار و افعال نمایاں ہو رہے ہیں جو نافہموں اور ظاہرینوں کے لئے جواب حقیقت ہیں اور اربابِ فہم و نظر کے لئے واسطہ اکتشاف ذات ہیں ہیں ع زانکہ سالک حقیقت رسید از راه مجلہ

وہ ان سے ذات کا صراغ یوں لگاتے ہیں جیسے زیر سے ظلا کا کوزہ سے گل کا۔ بو سے گل کا۔ شجر سے تخم کا۔ هر قیام سے آنکاب کا۔ غالباً

اعظم نہیں ہے تو بقیٰ فنا ہائے راز کا [یا اور نہ جو مجاہب ہے یہ دہ بے ساز کا]

عالم خلق کی نبود کے لئے نفس بجائے ماں کے اور عقل بنتہ بارپ کے سے نفس، یہ نہ خواہشون میں مشغول رہتا ہے جو حسوسات کے تعلق ہیں جب اس کی کشمش غائب ہوتی ہے تو وہ قلب کو بھی اپنا ہمزنگ بنالیتا ہے یہی موجب رنج دالم میں عقل کو حسوسات سے حفظ نہیں آتا۔ حقوقات پر فرمائی رہتی ہے حب اس کی قوت زبردست ہوئی ہے تو قلب کو اپنا ہم شرب بنا لیتی ہے اور نقصوں و تختیلات کا فرہ پچھاتی ہے یہی باعث انسداد و درد ہے لیکن قلب کیتے رنج و راحت و دنوں زنجیر سیں جو اس کو عالم خلق کے حدس بیجا ہیں رکھتی ہیں سہ روٹم

[جبرا علیے را براستون بستہ] [پرو بالش راجھد] [جان خستہ]

جب وہ ان دونوں بچھنہوں سے رہا میں پاتا ہے تو اسے بخات ابدی خدا کی ہوئی ہے اور وہ اپنی اصل یعنی روح سے جا ملتا ہے اور تخلیقات الہی کا آئینہ بخاتا ہے اسوقت وہ اپنے آپے کو میں حق دیکھتا۔ اور ان اخلاق کا نعرہ بلند کرتا اور اپنی آنائی کا شور بخاتا ہے سہ عطا طار

فارغم از کبر و کیسنه و ز هوا [من خدام من خدم اتم من خدا]

اما حاصل قلب ہی موجب رستگاری ہے لورہ ہی باعث گرفتاری اگر اس ہی موجودوم کے جاں میں چپس گیا خود اسی کا سایہ ہے تو وہ گور سے زیادہ نگٹ تاریک ہے اور الگاں جاں کو توڑ کر اڑاگی اور روح قدسی سے صل ہو گیا تو وہی ہشت جاوہ دافی اور دیدارِ الہی ہے۔ سہ روٹم

دل فراز عرش باشد نے پرست	تو ہمی گوئی مرادل تیر بست
آخر از گور دل خود بر ترنا	زیں ہنیں دل گور بہت سہ مر ترا
دل نظر گاہ خدا دا نگاہ کور	دل نباشد غیر آں دریاۓ نور

روح اس ہستی موجودوم سے بیزار ہے گرنسیں اس پر فرمائی ہے اور قلب ان دونوں کے درمیان میں ہے جس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی کا ساتھ دیتا ہے۔

نفس کل

نفس کل روح اعظم کا نتیجہ سے جو فیضِ روح کو ذات پک سے پہنچتا ہے اس کو نفس قبول کر دیتا اور اس کی تفصیل کا محل بُنجاتا ہے اور تمام کائنات روح اور نفس کے ملپ سے پیدا ہوئی ہے اور ملن دہلوں کے درمیان میں قلبِ متوضہ ہے۔ مگر قلبِ مثل روح کے عالم امر سے ہے اور نفسِ عالم خلق سے سپے اور نفس کل یہ تو انسان میں جزوی ہے جس کو نفسِ ناطقہ انسانی کہتے ہیں اور وہ خلا ہے روحِ حیوانی و طبعی کا جو ترکیبِ عنصری سے پیدا ہوئی ہیں۔ غرضِ اوصافِ حمیدہ کا مرحیبہ روح ہے اور اوصافِ ضمیمہ کا مخزنِ نفس ہے ابتداء میں وہ خواہشات و لذاتِ حستی کا پابند ہو جاتا ہے اور ہر دم افعال پر کا حکم دیتا ہے اس حالت میں اس کا نامِ نفسِ آمارہ ہے مگر جب تہذیب پاتا ہے تو بدی کے میلان سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اپنے اپ کو خود ملامت کرتا ہے اس حالت میں اس کا نامِ نوازدہ ہے جب تہذیب ہیں کامل ہو جاتا ہے تو اوصاف پر سے بالکل پاک و صاف رہتا ہے اس وقت اس کا نامِ مطہنہ ہے اور اس سے ہدایتہ افعال نیک ہی سز و ہونے سے ہیں پس نفسِ مطہنہ قلب کا فاقہ مقام بُنجاتا ہے اور قلبِ روح کے مقام پر ترقی کرتا ہے اسی کا نامِ نفسِ بخارا ہے بہوشنی

ہر کہ مرد اندرستے او نفس گبر	مرورا فمان بر دخور شید دابر
------------------------------	-----------------------------

تو نبی دالی کہ آخر کیستی	جمد کن چند انگہ دالی صیتی
--------------------------	---------------------------

جان جبلہ عمما این حست رایں	کہ بدلی من کیم دریوم دین
----------------------------	--------------------------

ہر شے میں نبین با نبیر پائی جاتی ہیں۔ صورتِ مرد و روح۔ حقیقت یہی تینوں انسان میں ہیں اسکی صورت جسم ہے جو خلاصہ ہے عالمِ ناسوت کا اس کی روح خلاصہ ہے عالمِ ملکوت کا۔ اسکی حقیقت صفات و ذاتِ حق سے جو حصل ہے جبوتوں والا ہوت کی غرض انسان جبلہ مراتبِ ظہور کا مطہر امام ہے اور اس میں سب عالم جمع ہیں؛ لہذا وہ ان عالموں کی حقیقت کے ادارک کا ملکر رکھتا ہے مگر یہ ملکہ ہر ایک ہیں یکساں نہیں بلکہ ازاد انسان ہیں اس کے درج نداشت مختلف ہیں کسی میڑ وہ ملکہ ایسا پر زور کرنے سے اکٹا کی حاجت نہ رہے کی ضرورت۔ ذاتِ حق کے سوا کوئی اس کا بادی نہیں بنایا تو سلط مبدیا فیاض سے وہ فیض پہنچا کر عالمِ ناسوت میں لاہورت بک کی بیہکی اور اس سک کے تمام سوراں و مقامات سے سنجوی و انف ہو گیا کسی میں ملکا تناؤ قویٰ نہ اتو اس نے ان کا ملوں کے ارشاد کی پیروی کی اور انکی اطاعت سے منزلِ شخص و دنک پہنچا اسی طرح چراغ سے چراغ روشن ہوئا

مولوی روم صاحب

میں کہ اس افضل وقت انداز لیا
جان ہائے مردہ اندر گور تن
شیخ فعال است ہے آکت چوحق
اندریں ہم مایساں پرفن اند
ماہیاں قدر دیا نئے جلال

مردہ راز ایشاں جیات سنجے بہما
بر جمد ر آذان شان از در کفن
بامریاں دادہ ہے گفتے سبق
مار را از حسر ما ہی می کشفه
بحرشان آموختہ سحر حلال

غرض منزل مقصود پیپنچنے کے لئے ربی نفضل طریقہ کل عالم کے برگزیدہ رہنماؤں نے
بانتفاق یہ بتایا ہے کہ تعلیم توحید کو جانتے ہو جانے کے لئے کوئی پیچائے تو حید کا جاننا اس لئے شرط ہے
کہ ذات وحدت کا خود بغیر کثرت کے ممکن نہیں اور کثرت میں ہر ایک مظہر کو دوسرے سے اختلاف
ہے یہ شخص کسی خاص کا مخففہ ہو گا تو دوسرے مظاہر سے ناخوش ہو گا اور تکمیل پا سکا برخلاف
اس کے جو توحید میں بخوبی ہو گا وہ ہر ایک مظہر میں ذات وحدت کو جلوہ افروز دیکھیں گا بلکہ ہمیاں میں مخدود ہو یا
خلمت۔ پھلائی ہو یا بر لئی غرض کسی شان اور بیاس میں اس کو غیر کا دسوکا نہ ہو گا۔ اس لئے اس کی
راہ میں کوئی مراحم نہیں ہو سکتا۔ سرطت اس کے لئے راہ کھندا ہے۔ ع
جا عیکہ سے رد ہمہ ملک خدا شے اوست

اپنے آپے کو پیچاننا اس لئے شرط ہے کہ عالم مظہر میں جتنے مظاہر ہیں کہ طلب کیا تھا کیا جوں
کیا نباتات کیا جمادات خاص خاص صفات کے مظہر ہیں۔ صرف انسان سی میسا وحدت ہے جو
جیع صفات اور اسمائے الہی کا مظہر کامل ہے۔ ۵۰ روم

آدم اصرطاب گرد ون علوست

وصفت آدم مظہر آیات اوست

اب جو کامل کو چھوڑ گزنا قص مظاہر میں اسکو تلاش کرتا ہے تو مظاہر سے کہ وہ گمراہی میں پڑتا ہے سو روم

ترسم نرسی ب کعبہ اے اعرابی سعودی

کیس رہ کہ تو میر دی تبرستان است

مگر کسی بجزیر کا علم قابل کرنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ کبھی کیفیت اُسکی پہلے سے معلوم ہو جائے۔

کیفیت توحید

یعنی ذات واحد کو جو کثرت میں جوہ گر ہے ایک جانے اور ہر شے کو حق کیف سے سمجھے اور اسی کا
محکوم مانے وسائل و اسباب پر ٹکرانہ ڈالے بلکہ دوسرے کا خیال ہی دل میں نہ لائے۔

بہر چنپے تو من گرتا تو ایں خدارا میں کو از رو شے معانی

شناخت یہ ہے کہ زندگی کا شکوہ کرے کسی پر عشقہ نہ تعلق دے تعلق ورنہ کتنے سے بدتر ہے
کیونکہ وہ مائیں داری پر دوڑتا ہے نہ کر لائھی اور چھپر پر ۵ واعظا

و رخاطر شاہزاد خاص وزیر عامم یک ماں شدہ آفرین و دشناام

چول نیک و بدار خدا دیدند رو از ہمہ خلق درکشیدند

اگر کسی سے نفع پہنچ تو اسکو بھی مجاہب حق سمجھنے اس شخص سے غربت ہونے فقرت زکی سے مد
چا ہے نہ قوچ رکھ۔ ۵ مولوی معنوی

من نہ خواہ تم لطف حق از دا سطہ کہ ہلاک خلقت شد زیں را بٹھا

جب دل میں دحدت سما جائیگی تو دنیٰ دور ہو جائے گی اور خیال غیرے قل صان ہو جائے

اسوقت رہ دوز منکشف ہوئے لگیں گے جو ہمہ تصور میں بھی زکندتے تھے۔ ۵ مولوی معنوی

ہر کرا باشد ز سینہ فتح باب اور ہر ذرہ پر بیند آفتا

جبلیم پختہ ہو جاتا ہے تو تین بکار مرتبہ حامل ہوتا ہے اسکے بعد دیدکی آرزو پیدا ہوتی ہے مجاہد

با چنان رحمت کرد دار د شاہ بیش بنے ضرورت چوں بگویہ نفس کش

دید ویافت کیا ہے مجاہدہ ملکیتے ہے کیونکہ مشاہدہ ہے مجاہدہ محلہ ہے دودھ سے کھن سنگ

سے صل زمین سے پانی بجی محنت نہیں بھی سکتا۔ ۵ مولوی معنوی

پھر جو چہ کن خاکہ می کن کر کسی زبیں تن خاکی کر در آبے رسی

اس نے طالب کو چاہئے کہ اول ملاقات دنیوی شلائی مگر ایں وعیاں اندیشہ ذر دمال جب

جلہ و حب و ملن وغیرہ سے قلب کو خالی اور حواس ظاہر د باطن کو جمع کر کے یکٹی مصل کرے

ہے کسی ذکر کی مشق بیان تک کرے کہ نہ بیان سے گذر کر قلے کے جدی ہو اور لفظ محو ہو کر سختے ہی خنوپی جیں

بے لب دبے خوت نے گو نام رب پس ز جان کن چھل جاناں را طلب

خوشیں عیاں کن از جملہ فضول ترک خود کن تا کندر رحمت نزول

اس مشق سے رحمت کامل کے قبول کی استعداد پیدا ہوتی ہے اب تھی یہ بات کہ اوہ سے جزو

کشش کبہ ہو اس کا ملک عرض عنایت پر ہے۔ ۵ واعظا

اس جز بعنایت ازل نیست از دانش د کوشش د عمل نیست

لیکن قتوحات غبی کے انتظاماً مدد نہ ل جست و عنادت کی میری بینی کا شمش کو کچھی گش کرے سمجھی

نماز کے در خود جانبازے بود	زانگز ترک کار خود نمازے بود
ماز نہ دی گمذ رز مانے با خود آ	ایں خودی در اخرج کن اندر خدا
نمایہ بینی ذات پاک صاف خود	خویش را صافی کن ازاہ صاف خود

حضرت غوث الداعی طہری اللہ تعالیٰ عز کے الہام استیحی ہے کہ واثت کے بھروسے نے دید کا سول کیا وہ محظی ت اور میں تے دید کو خیر و انسٹ کیا وہ مغور و گمراہ ہے۔ اور واثت کیا ہے؟ سب پتیزیوں سے ناولن ہونا۔ سے **قلائد رحماء حسنه**

ہست نادانی دریں رہ علم نیست	علم را بلذار تا دانی یکے سنت
-----------------------------	------------------------------

خود مشناسی

اس باب میں فسکر کرنا چاہئے کہ میں کون ہوں اور میں کی پارتمیں اے۔

(۱) میں کوڑہ و وراز ہوں۔ (۲) میں سیاہ و سفید ہوں (۳) لا غرد فربہ ہوں (۴) جسم کو اپنائیا پا جائیا اور اس کی صفات کو اپنی صفات مانتا۔ جیسے برف اپنی صورت موجود ہو، صلی گلان کرے یا کھانے پینے کی ہے جو بہت بُری سے۔ میں لیبیف ہوں لہر جسم سے چباہوں جیسے برف اپنے اکپ کویانی کجھے یہ نکر کا ملیں کی ہے اور بہت اچھی ہے۔ (۵) میں ذات مطلق ہوں کل میں موجود ہوں جیسے برف آپ کو دریا چئے سیکرال سمجھے۔ یہ کلامیں کی ہے اور نہاست خوب ہے مل (۶) میں نہ ہو ہوں نہ یہ ہوں تصور سے آزاداہ مکر سے یا کہ ہوں یہ قسم سجان اشدو بحمدہ۔ سچھ بو علی **قلائد ر**

پاک گردد دل اگرا ز جسلہ فکر	حق خود مشهود غیر از نکروز کر
-----------------------------	------------------------------

علوفاں بستند ایجا بے نشان	بے بصر بے سعیں بنے باں
---------------------------	------------------------

قلب سے خطاب روہم صماحت

برستہ جسی د مجرہ می ز جاں
بے جہت بازاں جہاں روشن ہاست
تائش بنداری تو چوں کوتاہ نظر
لے عدم کو مر عدم را پیش و پس

گر تو خود را پیش و پس کر دی گماں
زیر دبلا پیش و پس و صرف تن اسست
برکشا از نور پاک شہ نظر
کہ ہمینی در نعم و شادی و پس

از دم غم هم بیمرد ایں چشم داغ
دزدم خادی بیسر دایت لاغ
ایں مطوق شکل جائے خنده است

اس دو کے فاکی پتلے کو یہ جاننا کہ میں ہوں یا اسکے حواس و خواص کو سمجھنا کہ میں
میں سخت نادانی ہے یہ تو آج ہے کل نہ ہوگا جیسے اس جسم کا سایہ روشنی میں ہے اندھیرے میں
نہار دپس تو اس کو چیزوں اور ایسی اصل حقیقت کو تلاش کر جو اس سے پرتو پاک تر ہے روم
کار خود کن کار بیگنا نہ نکن
بر زین دیگران خانہ نکن
کیست بیگنا نہ تن خاکی تو

غدر کر دکر چکم کمال سے آیا اور کہاں جائیگا اور اس پر ہیاں کیا گذری ہو وہ عدم سے آیا اور
دہیں باگشت ہے جو مالت و حیثیت اسکی اب بھئے نہ پہلے تھی نہ ائندہ ریکی ظاہر میں اس کے نیکا
سبب والدین ہو سچے جن کے اور کی نسلوں کا ائماع نہیں ملتا غرض جسم کا خاک تو اس بیچ دیکھ سلے
سے کھپا جس کی بنا ایک قطرہ آب سے شہر ہوئی اور غذا خون ناپاک سے ملی۔

مہمنش

ہم تین نظریں دنایاں گری وزاری گرتا شکم درستے اس جعل میں آیا اور زمانہ کا تختہ مشق پنا اور طرح طرح کی
اصفیا جوں ہیں چھپنا سرداری کے ٹھہر نے ستایا گرمی کی تپش نے جلایا پرسات کی اُمس نے پھٹلا یا
ہوا بندی ہوئی تو دم تاک میں آیا خدا نہیں تو جی گھبلا یا ساری عمر ان تکلیفوں سے بچنے اور ضرر دنے
کے رفع کرنے میں سے کھپا اور محنت انٹھاتا رہا۔

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے ہم تو اس جیتنے کے ہاتھوں مر پکے

طفل

بلے تیر کی دمحتا جی کے حالم میں بسر ہوئی مل باب نے جو کھلایا سو کھلایا جو پہنا یا سو پہنا نہیں آئی تو سور
جا گئے تو کھیل کو دیں صرف ہو گئے اتنا ہوش کہاں تھا کہ تباہ بھلا سمجھتے۔

جو اپنی

دہ تو ریالی مشهور ہے بالکل جذبات کی پرشیانی میں گذری اس کے فشرے نے اجازت نہ دی کر زمانے

کے نتیجہ فراز سے تجویر حاصل کرے۔ س) حضرت مشیقہ

یہ ہے صحیح پیران کارافتا دہ | کہ بد بلا ہے جوانی بجو جوانی سے

پیغمبر کی

یا جوانی کی یا اخیر سے ہوئی میر، ہم جو پیدا ہوئے تو پیر ہوئے
بے اعتدالیں کے باعث وقت سے پہلے پیری نے آ دیا۔ قوتِ گھٹی ضعفِ بڑھا آیہ
زندگی مقطع ہوئی وہ جو فاحساس جن کے ذرہ کے لئے جوانی کھوئی کچھ ادائی کرنے لگی۔ بینائی نے
آنکھ چراں، سفید دسیاں کی تبیزِ زریحی قوت شام سبھی ملکتوڑے کرنے لگی اب خوبیوں کیسی دوقول کیا
ہیں۔ قوت سامنے بھی آنا کافی کرنے لئے اپنی بری بات برادر ہوئی۔ ذائقہ نہ منہ بنا بارہ نہ میٹھا بھاتا ہے
نہ سلوانہ لاس سمجھی بھی ہو گئی۔ سختی زمی محسوس نہیں ہوئی۔ ہاضمیں کچھ اگھٹی صحت میں فرق آ گیا۔ قوی کی
ضھول وہوشِ محفل ہوئے غفل میں فتوڑا۔ نیاں کا غلبہ ہوا۔ اعضائے بھی جو اپدیا کوئی کہنے ہیں
نہ رہا۔ کا تھہِ عرض سے کاپنے ہیں۔ تو پاؤں چلنے میں لامکڑائی ہیں چہرہ پر جھگری پیدا گئیں تیرسا خدا کان نگیا
اشگیں دل میں بہت آئیں۔ مگر ضعف کے سبب کوئی بردا آئی۔

عمرِ ضائع سے باطل راہ دور

اس سے فرماج اور بھی چڑھا ہو گیا۔ نعمتِ بڑھا زبانِ صحیحی مادپروالوں کو اجھیں ہوا۔ اس درمانِ دنیا میں
زندگانی و بال جلان ہو گئی۔ س) اعسلم

کہ ہم اپنی کوشش کا سمجھے از
ہماری خودی نے ڈبوایا میں
اسی فکر میں سر کچھایا کئے
یہ تھوڑی سی ذصت یہ طولِ اہل
یہ دولت کے چندیے یہ جاہ و حشم
ہمارے لئے بن گئے سنگ رام
ذ کرنا تھا جو کام ہم نے کیا
ہمیشہ رہی جم کو اس کی طلب
عوض میں لیا کیا۔ بھی خاک و عوں
گیادن گذر ہونے آئی ہے شام

غلط کار تھی یہ ساری نظر
سارے قشض نے کھو یا ہمیں
ترود میں غوطے لگایا تکئے
ہوا، ہم کو دیو انگی کا خلل
یہ دنیا کے دھنے سے معیشت کا غم
یہ خواہش کے بندے یہ راحت کی جاہ
ہمیں وہم نے سخت دھوکا دیا
یہ دنیا کے دھوکا کی ٹھی بے سب
دشے بے بھاصل جم نے فضول
کٹی عمر غفلت میں اپنی تسام

سیماری

ایسی حالت میں بیماری کا سامنا ہوا تو بلاکی صیبیتیں حصینی ہیں۔ رہی سی طاقت نے ایک دن کے بخار میں جو ابديا صدمت تو پیلے ہی بے رونق تھی ایک رات کے تپ میں انسان میں گسل آیا درد سر نے ایسا سر اٹھایا کہ سراخانا نشکل ہو گیا۔ ناڑائی ایسی بڑھی کہ کروٹ دلینی و شوارہ بھری پر چیزیں کی احتیاج اور خود درمانہ حاصل ہو تو کیونکہ اس محتاجی اور بے سبی نے جو رنج دیا اس کا سدر بیماری سے بھی زیادہ ہوا۔ بیکاروں نے منہ مولہ بیار و آشتائے ساتھ پھورا۔ عزیزہ اقارب خود سے اکتا گئے اور واپسے جنگلی سے گھبرا کئے دعائیں مانگتے ہیں کہ کمیں جلدی جھکڑا چکے زندگی کی رگڑہ شست تو دو اگھر تھیں یہ آخری وقت ہو رہی عہت خیز ہوا۔ **۲۰۷**

بنگاہ سے گرم ہستی ناپا مدار کا چشک ہے برق کی کہ تمہیں شرار کا

مرود حسم

۱۔ وہ جسم جس خفاظت و آسائش میں تمام عمر پہر کر رہی دم نکلتے ہی ایسا بخاری یہ کہ لمحظہ بھر کھنے کا کوئی روادارہ ہوا یا تو زمین میں باکر خاک میں لایا یا دکھنی اگر میں جلا کر جو ایسرا اذایا

۲۔ وہ جسم جو ایکلے گھوٹیں انہیں سے ڈرتا دے آندھی سے گھبرا تا۔ بارش سے بچتا۔ کج سے ستم جاننا تھا اب تن نہماں گورنگ کیس میں پڑا ہے سفان رات سے پیشیں میدان ہے کھٹا کی تلہی۔ جملی کی چک برسات کی جھریلیں جاڑے کی مہاویں آندھی کے جھوٹے ہوں کے سنائے ٹردہ لمبے امداد فہمیں کر سکتا!

۳۔ وہ جسم جس کو معلم کاغذ درہنگ کا تکبر حکمت کا گھنٹہ تھا اب نہ علم نے مدد کی نہ حکمت رکھ چلی نہ ہنرنے کام دیا۔ سب خاک میں مل گئے زار و نزار۔ دلیل و خود رہے یار و مددگار۔ بیرونیں نے خاموش پڑا ہے۔

۴۔ وہ جسم جس کوتاچ تخت کا بہت سے نکول کا۔ بیشار پر چیزوں کا دعویٰ تھا۔ اب وہ نہیں گوڑ میں اور چار پانچ گز کپڑے کے سے اکبھے بھی اپنے ساتھ نہ لے جاسکا۔

۵۔ وہ جسم جو نہ کوئی حکومت میں سرستہ اور بادوہ دولت سے مرثیا تھا جس کو کسی کے آگے رکھ کر اسے ایزاں پر قدم رکھنا ناگوار تھا۔ اب قش پا کی طرح ایک جہان کی رومند میں آ رہا ہے

ا در کسی کا کچھ نہیں کر سکتا۔

۶۔ وہ جسم جس کو ذرا سے بار کی تاب یا اگر دو غبار کی سہارنہ تھی اب اس کی چھاتی پر
سنول شی گناہ دھیر رہا ہے۔

۷۔ وہ جسم جو گل سے زیادہ نازک اور نیم و صہا کے جھونٹنے سے میلا ہوتا تھا جس کو پہلو
کی سکنپ کل نہ پڑتی تھی اب اس کو زتمکیدہ میسر ہے نہ بتر ذلیل خاک ہے اور کنکر پتھر۔

۸۔ وہ جسم جو قصر شاہانہ اور ایوان نر ز محار کو اپنے آلام کے لئے کافی نہ سمجھتا تھا اب اسے
خاک ہو کر دوسروں کا خشت خوار بنتا پڑا۔

۹۔ وہ جسم جس کے ہوش دھواں ایسے سانچے سنکرو بجائے رہتے تھے اب اس پر یہ رب
واقعات گذر رہے ہیں اور دہ دع نہیں مار سکتا۔

آخری گفت

انجام کار و نن کیا گیا تو شر کر کیا دل کی غذا بنا اگر جلا یا گیا تو خاک سیاہ ہو کر براہووا و جو
ان دونوں صورتوں سے کوئی نصیب نہ ہوئی تو جانور عل نے مجھے بونی کیا۔ سو رو ہم
گر میاں مشک ترن را جا شود روز مردن گستہ او پیدا شود

قید و ائمہ

ان ساری مصیبتوں کے علاوہ ابتداء سے اتنا سک جویشہ قید میں کٹی کجھی آزادی
نہ ہوئی دلادت کا آنے زدنے ان رحم میں ہوا وہاں سے جھٹا تو آغوش دایہ میں گرفتار ہوا یہاں سے نہیں
ٹلی تو اس تاد کی حوالات میں بند سوا یہاں سے جان بھی تو اداب و مراہم کی قیم۔ قانون سلطنت کی
قید۔ احکام مذہب کی قید۔ ان قیدوں میں ایسا پسناہ کہ مرتے دم تک چھٹکارا ز نصیب ہوا آخر کار
قبریں دائم الحبس کیا گیا۔

حشا پر صحبت

جسم کی خود تو یہ درگت ہوئی اب اس کی صحبت کا اثر سنئے
باس نے مصاجبت کی تو وہ آئے تلی میلا کچلا ہو گیا۔ غذائے رفاقت کی تو پلید دخس ہو کر
بد ہوئی۔ سو امنہ میں گئی تو خراب ہو کر سکلی، پالی پیٹ میں گیا تو ناپاک ہو کر والپس آیا۔ غرض جس کا
من دہ ہوا اور صحبت کا اثر یہ ہوا اس پر جان دینا اور اس کو اپنا آپا ماننا دیدہ و دانتہ دے کی

بلاؤ پئے مر لینا اور مفت عذاب میں بچنا ہے۔ مولوی معنوی ۷

چوں زرہ والیں تن پر حیفہ	لئے ختار اشاند نے صیفہ
اسے تن ناکارہ ترک من بگو	عمر من بردی کے دیگر بجور

خطہ (۲)

علم کہ میں حبیم ہوں محض وہ کہے کیونکہ جسم کثیف گوشت و پوت سے بنتا ہے جو بے شعور و مقتد
و مختار و حادث ہے اور تو فور طیف صاحب خود را زاد و مستغنى و قدیم سے ۸۵ و احظا
اصل تو نباشد از عناصرا اے از تو زبان خسلق قاصر

علطافی

تجھ میں اور سبم خاکی میں مناسبت کیا ہے۔ دیکھنا باصرہ کا سنتنا سامدہ کا سو نگھنا شامہ کا کام
ہے یہ جو اس توجہ سب فطرت اپنایا اپنایا کام کر رہے ہیں ایک دوسرے کے کام میں مطلقاً دخل نہیں دیتا
پھر ان میں سے تیرا کوں سا کام ہے تو غلط نہیں سے ان کے کام کو اپنے کام جانتا ہے اس نے
رنج دراحت میں بدلنا ہوتا ہے حالانکہ تیر اتعلق صرف اتنا ہی کہ ان کی مدد کرے ۸۵ و اعط

در خور نقطہ راز خواس کر دی	جو اپنی اگر تیسا اس کر دی
عالم از حضور نست	آتا چو تو غن فلی چہ در ماں

جسم کو جوانی نے بڑایا پیری نے گھٹایا۔ فالج نے مارا لقوہ نے ستایا بعثت و سماعت
لے جواہد یا بخیر کروکلان تغیرت سو علی ہندگی میں کیا ذوق آپ تو ہر دلت و بر جا اسیں بھیسا تھلو سیاہی ہائے
تو ازاں بکذشتہ کر مرگ تن اتری از تفیق اجتنابی پدن
پھر جنم کی سحد دی یا اسکی خواہشوں کے برہن آتے سے تیرا کیا بڑا۔ جو رنجیہ ہوتا ہے ہاں
تو اپنے داتم میں آپ بدل سبے جیسے غنبوت اپنے جاہ میں ۸۵ شاہ حمزہ

بہت داری دربن کاہ خودی	کے رہائی یابی از چاہ خودی
لیکب ہے جہاں سے آیا جہاں جائیگا اسے عدم جانتا اور جہاں جباب دار ایک دم کا ہم	

ہے اسے موجود نہ تا ہے۔ ۸۵ روم

غیرت را بنو و بہت آں مختشم	بہت را بنو و بہت آں مختشم
آفریں اے اوستاد سحریاف	کہ نزدی موضاں رادر و صاف

تعلیم فنا!

بگذر خود ار خداست باشد	فانی شو اگر بفات باز
در اصل سان لین بمانی	با از تو پود ترا گرانی

جن خیم کی بدولت تو اس چکر میں آ رہا ہے وہ خود زبان حال سے کہتا ہے کہ دیکھے میرا
یونچے کا حصہ تشکل (لا) بننا ہے اور اوپر کا حصہ اس (لا) یقائم ہے پس میری مجموعی ہمیشہ فنا پر دلالت
کرتی ہے اور خود میری حالت گواہ ہے کہ جو ظلمی میں تھا جوانی میں نہ رہا اور جو جوانی میں ہوں پری کی
میں نہ رہوں گا۔ ۵ فرق

ذندگی موت کے آنے کی خبروتی ہے	پا قامت بیس پیغام سفر دیتی ہے
اور جنم سے ڈر کر اس کے حواس تجھے آگاہ کر رہے ہیں کہ نیستی کا طالب ہو گیونکہ طلب اسی چیز کی ہوتی ہے جو نہیں ہوتی چنانچہ حواس انسیں چیزوں کو ٹوٹوٹھہتے ہیں جو کوئی نہیں پاتے۔ ۵	
مرد کارنده کہ انبار شش شی است	شادو و خوش تھے پرایید نیستی است
کہ بروئند آس ز سوئے نیستی	فتم کن گرداقف نیستی

اگرچہ تجھے کو فنا کی تعلیم صاف صاف ہو رہی ہے۔ ۶
یر تو خور سے ہے شبیم کو فنا کی تعلیم
محرر تا پہنچنے آئیے میں ایسا گرفتار ہے کہ کسی کی بات پر کان نہیں دھرتا اور اپنی جسمی حالت میں ایسا پہنچنا
ہے کہ پہلوی حالت کے تصور سے ڈرنا اور اس کی طلب سے چھکتا ہے۔ ۶ روم

ہمکو آں چند و بچہ اے خواجہ تاش	رقد محمود عدم ترسان بمالش
از زوجوئے ترس کا کنوں در دو فی	آن خیالت لاشہ د تو لا شنی

اور کچھ نہیں سمجھتا کہ فنا میں کیا خوبی ہے۔ ۶ صولوچی معصومی!

دز نهار دم بہ جیوال سہزادم	از جمادی مردم و نامی شدم
پس چہ تر کم کے زمرون کم شدم	مرد مرداز جیوالی دادم شدم
تابر ارم از ملائک بال و پر	تمله دیگر بیرم اوز بشم
کل شئی هالائی اکاوجھہ	از ملائک ہم باندم جستن ز جو
آپنے در و بہت نیائد آس شوم	بار و یکر از ملک قربان شوم
گوئم سکا تا الیں د راجعون	پس عدم گردم عدم چوں از غنوں

عقل نوازاو

نگ ناٹ رم مادرے اس جہاں میں آتے ہوئے روتا ہے کیونکہ اس کو اس جہاں کی وسعت و راحت کا علم نہیں ہوتا ایسے ہی تو نادافی سے بنتلائے دہم ہو کر اس عالم کی فنا کو فراموش کر بیٹھا اور وہاں جلتے ہوئے ڈرتا ہے۔ ۵۵ رووم

بیچکس از خود نہ ترسد اے جزیں	ترس و کرزہ باشدہ از غیر یعنیں
پس ترس از جسم جان بیرون شدن	آں توئی کہ بے بدن دار و بدن
مرغ باشدہ قفس بس بیقرار	روح دار و بے بدن بس کار و بار
تابہ بیتی هفت جنح اور راز بون	باش تامرغ از قفس آند بروں

بُلْهَلْمَا حَسَّعَهُ وَهُكْمٌ

تو اس بالفہمی میں سے ایک حسن بھی ہے اس کا کام یہ ہے کہ ان اشیاء سے جو پہلے بھی نہیں دیکھی یعنی حصہ پیدا کرے چنانچہ اس عالم کو خدا کو جس کے بہانے میں ذات واحد ظاہر ہے غیر سمجھتا اور ذات کو اس سے جدا نہ کر سکتا ہے۔ ۵۶

من یکم زیج ذات اوست بہم	برو و عالم صفات اوست بہم
-------------------------	--------------------------

۵۷۔ وہم دیندار لے ذات سے بیگانہ بنار کھا ہے۔ میں نے

وہ کسی سے نہیں بے بیگانہ	پر کوئی آشنانا نہیں اس سے
--------------------------	---------------------------

فَلَيَدِرِصَاحِبٍ

تو حباب و پرده خود خود بدی	چوں بجائے خود رسیدی خود شدی
پسخ گم نا کردہ مے جوئی ڈام	غافلی از خود چہ گو نغم والسلام

اگر حقیقت حال عقل میں نہ آئی اور سیم کو مستقل جانا اور خواہشونگے پورا کرنے میں لگا رکھ تو آخر ایکٹ ایکٹ ہے فنا ہو جائیگا اور اسکی سعد و نی خواہشون کی محرومی سے ضرور بنتلائے عذاب ہو گا۔ علم

تو بہم نے رستہ بھلا کیا، میں	کہ فانی کو باقی دکھایا، میں
ہے استاد کامل کی کارگیری	کہ غالی تھی مٹھی دکھادی بھری
پڑے بے خبر ہائے سوتے رہے	عث نعمادقات کھوئے رہے

کہ ہے یہ تماشا طسمات کا
نیا سانگ ہوتا ہے ہر دم عیاں
سفر کو سمجھنے لگے یہ تم قیام
متبا کیا پچھے نہزاد سفر
جسے وصل سمجھے تھے وہ فصل تھا
خزاں بن کے آئی تھی خلکل بسار

کھلا عجید ہم کو نہ اس بات کا
نہ سمجھے کہ ہے طبعہ یہ جہاں
عدم نے پھائی عجب دھوم دھام
یہ تھام رحلہ جس کو سمجھے تھے گھم
جسے اصل سمجھے تھے بلے اصل تھا
جسے گل سمجھتے تھے بخلافہ خلود خلود

مذکور رفع و ہم

بنشین و دردن خود سفسہ کن
کیک لحظہ شمار خود رہا کن
تحقیق شود ترا سیست

اندیشہ غیر مختصہ کن!
خود راز وجود خود جسہ ا کن
گرباڑی ازیں کیت

اس بلاع جاستاں سے بچنے کے لئے اول اس طرف دل لگائے کہ جو ہماری شرگ سے
زیادہ قریب کسی وقت اور کسی حالت میں زاس کو ہم سے دوری نہ ہم کو اس سے محدودی ہو مَعْکُمْ
رَوْحُمْ صاحب

تو فلنہی تیر کرت را بعید
ای نت قربان صلاحِ کن بگوش

آپنہ حق است اقرب از جبل لورید
تیر در ترش نہ بنشین خموش

معنی لا الہ الا اللہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ذَاتُ كَلَّا شَبَابَاتْ یعنی غَيْرَ اللَّهِ سے دل کو خالی اور یاد حق سے
سرو کرنا اور عالم کو مثل کل کے دیکھنا اور سمجھنا کہ صورت میں موجود معنی میں نہیں جیسے کل کی خلکل کا
ظہور بے الگ کے محال ہے اسی طرح عالم کی بہود بے سہتی ذات کے نامکن ہے کیونکہ جو کوپن نظر
کرنا ہے یا عقل و خیال میں سمارہ ہے واقع میں ذات یکتا کے صفات و افعال سے ہے درمیں ذات
خود بیچ و لا شے ہے۔

یا یوں سمجھنا چاہئے کہ اللہ سے مراد ہے موجود تھی لیعنی ذات یکتا جو عالم الوہیت ہے۔ اور
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ کی ایجاد ہوئی اشیاء جو عالم عبودیت ہے۔ اور یہ فیرت بہت نما
ہے اور دراصل فانی و معدوم ہے کیونکہ ذات یکتا ہی تھے ہر یہیں میں تعمین اور ہر قید میں تحریم

ہو کر مختلف نام پائے ہیں مگر انسلاف دکثرت سے ذات کی کیتنا نی میں کچھ فرق نہیں آیا جسے میں
خانہ میں جہاں مختلف رنگ پیمانہ کے آئینے ہوں وہ ذات ناظر کو اپنے اپنے رنگ پیمانہ پر دکھاتے
ہیں۔ مگر اس سے ناظر کی ذات میں کچھ تغیر نہیں آتا اور وہ زمکوں اور پیمانوں سے پاک و صاف بنتے
ہیں جب ذات کی تاقید و تعینات سے پاک و مجدو ہوتی ہے تو اس کو حق کہتے ہیں اور جب قیود و
تعینات کے اباں میں معلوم ہوتی ہے تو اس کو عالم یا خلق یو لتے ہیں بیان سے معلوم ہوا کہ عالم
کیا ہے؟ ظاہر حق اور حق کیا ہے۔ باطن عالم اور عالم قبل ظہور کیا تھا! عین حق اور حق بعد ظہور
کیا ہے عین عالم۔ غرض وہی ایک ذات ہے جس کے یہ نام ہوئے اس سوا کچھ نہیں وہی ظاہر
ہے۔ وہی باطن۔ وہی اول۔ وہی آخر۔ باقی سب شعبتیں اور اعتبارات میں لیکن جو کوئی فرق ترا
نکرے اور عالم حق یا حق کو عالم کہے وہ زندقی ملحد ہے۔ پس منے لا الہ الا اللہ کے یہ ہوئے
کہ سوائے ذات حق کے کچھ نہیں اور ما سو اینی بیان کی بہتی اشیاء فتنی و دلکشی میں سر و روم

اگر ترا پشم است بکشا وزگرا	بعد لا آخر حچہ مے ماند و گر
تا نخوانی لا املا اللہ برایا	در نیابی منج ایں راه را

ف

تس نے فعال لیما یو بیدار پر خیال جایا اور با وجود دکثرت کاشیاء کو ذات واحدے خانہ
اور سمجھا اس نے منزل قرب میں قدم رکھا اور جس نے سُلْ شَعْنَى هَدَا لِكَ کا یعنی کیا اور حشم بھیت
و دیدہ طال سے ذات واحد کے سوا کچھ نہ دیکھا اس نے زمرة صدقیاں میں دم مارا۔

ہلک آمد پیش و ہبھش بہت نیست	ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست
پیش بیحہ ہرچہ موجود است لاست	سُلْ شَعْنَى غَنِير وَ جَهِ اللَّهِ فَنَات

وحدت

جب تعینات نہیں و مالکا پر وہ جو حباب ذات ہو رہا تھا تخلی وحدت سے محو ہو گیا اور دوئی کو
حباب اٹھا گیا تو اس حال کو فتنا کے نفس کہتے ہیں یعنی سالک اپنے نفس سے فنا ہو کر سوائے
ذات واحد کے جو مرجع و مصدر ہے کل اشیاء کی کسی کو نہیں دیکھتا اور اپنے حرکات و سکنات
اور کردار کو افعال ذات دیکھتا اور محل فعل فاعل خیقی سمجھتا ہے ۵

چوں بیسند ازی نظر اسے شے	ا در نظر آئد خدا نے زرئے شے
اس سے ریغض نہیں کہ جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ دکھائی نہیں دیتا بلکہ یہی صورتیں پرستور	

نظر آتی ہیں لیکن اسکے معنے پہلے کچھ مدد رکھتے ہیں ان پڑو کے نزدیک یہ تحریر ہے
کہیں ہیں مگر پڑا نہ کھا آدمی ان لکھیروں کے اندر کچھ اور ہی بہار دیکھتا ہے چیزیں نہیں موتی کو
سنگریہ محسوس کرتا۔ احمد بنیا اس میں آب و تاب مشاہدہ کرتا ہے یا جیسے بے بدھ قفس منع کو مرغ
ستھنتا ہے اور صاحب بھیارت منع کو قفس سے علیحدہ دیکھتا ہے وہ باعثی

از ساست دل گثت رفت	خوششتر کہ پھر ڈر و حدت سفت
سفرور مشوک اصل توحید خدا	واحد دیدن بود نہ واحد گفتون

حاجت سالک

جب سالک وارہ لا الہ سے گذر کر دائرہ الا اللہ پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو
پہنچانا وہ کہتا نہیں اور جو کہتا ہے وہ پہنچانا نہیں حضرت بایزید فرماتے ہیں کہ لوگ گناہ سے تو پرکریتے
ہیں اور میں لا الہ الا اللہ کہنے سے گروہ عامی کی نجات کے لئے صرف یہ مسوں بالغیب اور پاندی
اوامر و نواہی کافی ہے مگر خاص اس سے گذر جاتے ہیں کفو، سلام ان کو تلاش کرتا ہے اور پتہ نہیں
یا تا جب تک عالم شہد و شک سے نہیں خلستا نفس بہرنگ قلب و قلب بہرنگ روح نہیں ہوتا
پہاں پہنچ کر علم اليقین حاصل ہوتا ہے اس کے بعد عین اليقین کی وہمنی گئی ہے اور خیالات علمی
صورت پکڑنے لگتے ہیں بعدہ حق اليقین کی منزل ہے۔ ۵۰ روحم

جوں رسی در منزل حق اليقین	سترا و آرنا در میں منزل بیں
لی فَعَ اللَّهُ! وَسَالِ اینجا بود	جملہ کامل راک ایںجا بود

حضرت خویث الا عظیم کا ارشاد ہے کہ ناسوت شیطان سالک ہے اور ملکوت شیطان عارف
اوہ جبروت شیطان ماتلف اور جب تک سالک ظلال سماعیلی صور محسوسات اور اعیان ممکنات کو
قابل زجاجنے اور حسم کو لذت سے نفس کو شہوت سے قلب کو خطوات سے اور روح کو زیست سے
یا ک صاف نہ کرے بارگاہِ عظمت و جلال میں اس کو بار نہیں بلتا۔ ۵۱

یتیح کس تا نہ گرد و اونسا	نیست راه در بارگاہ کبریا
بلکہ تینیات آسمانی و صفاتی سے بھی گذر جائے۔ چنانچہ علی مرضی کرم اللہ	و جبہ نے ذمایا ہے۔ وکمال الا صر فی الصفات عنہ
پہلی مشق لا الہ الا اللہ	

لَا اَكُمْلَ شِيلَةً جَهَنَّمَ ذَاتَ حَقٍّ مِّنْ كُمْبَنِي ذَاتَ حَقٍّ كَمْ سَوَا كُمْبَنِي نَسِيْنَ عَزَّ
بَعْدَ اَغْيَرَ خَدَادِرَ وَجَهَنَّمَ يَجِيرَ نَيْتَ

غَضَارِ شِيَاءَ كَمْ ظَاهِرَ وَبَاطِنَ مِنْ دُهْرِ جَهَنَّمَ نَاهَبَهُ اَسْتِهِيَاءُ كَوْفَيْنَيْرَ نَسِيْنَ عَزَّ
بِرِّ عَارِقَانَ جَزَّ خَدَادِرَ سِيْجَنَيْتَ

ہو الاقول۔ ہو الآخر۔ ہو النظاہر۔ ہو الباطن۔ غرض جو کچھ کامنات میں نظر آئے یا عقول و تصور میں آئے ایک ایک کی نفی کرے بعدہ جو باقی رہے اس کو ذات حق یا اپنا آپا کہئے مگر تمہننا اور ہے دیکھنا اور پھر ہونا اور بات ہے۔ **شاہ حمزہ**

از عوف ربی بری رد بخوشش	خوب خود را گزین در دین و کیش
بیش خود سجدہ نما ایمان بیار	رو خداۓ را خدا تبور بکار

مشتبہ یہاں سے ظاہر ہے کہ راہ حق طالب میں ہے نہ کہ اس سے باہر اس کا مقصد اسی میں ہے نہ کہ استاد و کتاب میں **مولوی محموہی**

نیست بیڑل از در تو ہر چیز هست	پنڈ جوئی راہ حق بالاؤ پست
جاہد و فینا بگفت آں شهر یار	جادو عتنا نگفت اے بے قرار
جمل بے نشان داری تو در بر	حقیقت اوست در جان تو رہبر
تو خود بشناس حق شود حقیقت	بروں آ از ہوا از طبیعت

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہتے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں لہشاد فرمایا کے فرزند تیر انکفر تجھے میں کافی ہے تیراہ دا در تیری دو تجھی میں ہے کوئی چیز تجھے باہر نہیں قوام اکتاب ہے گو ظاہر میں تیر اجسم چھوٹا سا ہے کہ اس کے اندر بڑا جہان ہے۔

روم

در و تواز نست و در مان هم توئی	خود خود آیات خود را باز یاب
خود خود آیات خود را باز یاب	گر تو آدم زادہ چوں او نشین
در حقیقت خود توئی ام امکتاب	چیست اند رخم که اند رجس نیست
چیست اند رخان کا ندر شہر نیست	جو ہر است انسان و جرخ اور اعراض
جملہ فرع و سایہ اند و تو غرض	کا پچھے می جستی زچرخ بانیب
سر برآورده است اے موئے ز حیب	

دوسری مشق اللہ

حافظت کیلئے جس طبیعت میں حیات ہو جائے گا اسے
ورزشے جو نیشنال لفظ سے

دہ گنج ذات کیا کچھ ہو گایا رب میں حیات ہوں
گر خداگوئی خدا جو نیک سن

اللہ جو حقیقت تبلیغ میں ظاہر ہوتا ہے اس کو لفظ اللہ کا مدلول (معنی) سمجھے تیراب مصوّر
ہے مٹھہ روح کی ما در روح کی ما در روح صورت ہے منظر حق کی پس صورت جسمانی در وحاظی دونوں
صرف خیال میں اور وہ حقیقت جوان صورتوں میں جلوہ نہیں ہے اس کی طرف متوجہ ہونے سے
علم ہو گا کہ خود تو ہی ہے۔ **حضرت عطاء رضا صاحب**

خدا میں خوشنی را خود میں تو
کہتا گردی بجلی عین الیقین تو
حقیقت آب در عین سبوئی

تو گر مشفوق میں جو نی توا دی
کب کی نظر گلی تھی در دا زہ حرم سے میر

تیسرا مشق ہو

مُرْقِدِ مَعْيَتٍ وَ قَرْبٍ وَ وَحدَتٍ وَ كَلِيلٍ وَ فَنَا وَ بَعْدَهُ وَغَرَبٍ بَهْتٍ ہیں گرہب کا لب لباپ یہ بنے کہ
خیالات کو سب طرف کے جمع کر کے بے پاک جھیکائے خلا میں تصور کرے یعنی ظاہر و باطن پست و
بلند بر جگہ اور ہر وقت وہ ذات جلوہ گر ہے

الحاصل اس تصور کی مشق یہاں تک کرے کہ اٹھتے بیٹھتے سوتے جا گتے۔ شادی و غم
ہر وقت اپنے حالت میں بلا ارادہ و بلا خیال یہی تصور رہے اس مشق سے نہ خودی باتی رہیں گے کیا کام
کو اپنی طرف مشوہب کر لیجاؤ بلکہ سب ذات حن سمجھیں گا۔

تاذگردی ذرہ دریائے ہو ذر و صدت را نیابی نتیج رو

آئمار رفع و هم

اصدی بار اگر نیست شو عالم ہست اتف نہ شود کہ ہست عالم یا نیست

اگر دونوں جہاں ذرہ ہائے شواہ کی مانند تلاطم میں آئیں اور قلب اپنی جگہ سے نہ بلے تو چین
کرنا چاہئے کہ اپنے تعلقات و سبی سے پاک ہو اور مدد تو اقبال آن تمدن و اُنیٰ حالت فضیب ہوئی

درندیہ دنوی کہ ہم جسمانی خواہشوں سے بری ہیں مغض دھوکہ ہے۔ ۵

تاکے بزباں خدا پرستی	ایں نیست مگر ہوا پرستی
----------------------	------------------------

خطاب ۳

سرگشته بہ درے پڑائی	اسے رنگ فلشدہ راز کجائی
لبیک زناں دو حرم زن	خواہی کہ سفر کنی قسم مزن داعفنا
اللہ عکس چہ باک داری	گرچہ رہ بیم ناک داری
جب قلب سے میں تو اور میرا تیرا کا خیال مٹ گیا تو سمجھنا چاہئے کہ اب را اور است پر آگیا۔ ۵	

ہر کہ بے من شد ہر نہاد روست	یار جملہ رشد چو خود را نیست روست
اس کے بعد بس طرف میلان باقی رہا ہور و کا دراس خیال پر جے کہ میں کل ہوں مجھے	جو خواہش کروں خواہش تو خواس کا خاصہ جو بیری مدد سے پیدا ہوئی ہے۔ ۵

میں اگر وہ ہوں جو ہو نا چاہئے	میں ہی میں ہوں پھر مجھے کیا چاہئے
اس مشق سے دل کی صفائی حاصل ہوگی اور خطرے دور ہو کر حق ہی حق باقی رہ جائیگا۔ ۵	بلکہ راز صورت صداحملہ ہواست

حضرت عوٰث الا عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الہامات میں ہے کہ انسان کو پہنچے اینی ذات سے ظاہر کیا ہے وہ بذات خود کوئی پیغام نہیں اس کے بر قول فعل و حرکت میں پہنچا محرک میں ہوں میں بیرونی کا مجاہد ماوا ہوں اور سب اشیاء پر بحیط۔ کلام شیاء مجھے سے ہیں جو بذات خود فانی اور بیفعی ہیں کیونکہ جب تھجیل رب کی مرلوب پر ہوئی تو مرلوب نماں جیسے آفتاب کے مقابل چراغ کی کیا اہل جو نظر سکے۔ یا تے نواز کے سامنے نے کا کیا حوصلہ جو وہ مار سکے۔ ۵

دو دن داریم گویا ہم چونے	یک دن پہنچا است در بہائے دے
لیکے داند ہر کہ اور ان مظراست	کے فغاں را ایں سکھے ہم زان رست

خطرات کا آنما

سد سوال و صد جواب اندر دلت	پرسہ از لامکان سا منزلت
دل میں خطروں کا آنا جانا خاصیت ڈالتی ہے اور ان کا روکنا جیسا کہ شکل ہے دیسا ہی	آسان بھی ہے شکل تو یوں ہے کہ آئے بنیز نہیں رہتے اور آسان یوں ہے کہ ما سوا کو اوڑا کر ذات

بی کا تصور کرے۔

چو غیر نیست چوار فرع ایں غبار کنم
خیال کرے کہ حبّات حقی سے قلب تحرک ہوتا ہے تو جو خطرے اسیں آتے ہیں وہ بھی ذات حقی سے ہیں

بھر جہ آئد دو دلت	بے جا بجا زن	خوش بگو واللہ امر نا	بکذا
جلہ عالم را کلام اقتد داں	آف خطرہ گر آئد سلام اللہ داں		

کیونکہ عالم نے ذات حقی سے اسی طرح ظہور کر لٹا ہے جیسے زنگوں نے انتاب کے سینی خلق افتادا ہے تو قلب نور شاعر اور عالم اس کا عکس جس میں مشمار بیگ ظاہر ہیں پس ان اوصاف گو نگوں میں وہی آفتباذات جلوہ گر ہے اس لئے جس نے اپنے آپ کو غیر توحید وہستی دسمی میں گزنا تار ہو گیا اور جس نے اپنی ذات کو عین حقی بانا وہ خود کچھ نہ رہا، تم سے آزاد ہو گیا۔

چوں ہمہ موجود و ذات خدا سرت روم	لے خدا باشد نہ ازوے ہم جہ است
---------------------------------	-------------------------------

پھرنا اس کو اشیائے فانی سے دلستھی رہیکی نہ تعینات پر نظر ڈیکی ذرا تامل سے دیکھو کہ یہ چیزیں جو نظر آہی ہیں نہ پہلے تھیں نہ بعد میں ہیں کیلئے نہیں شُقْ شَيْ هَالِكُ اکا د جھہہ

ایمان و آخذ تھا زادہ سیران	بنج پیچے کے نیا نہ در بیان
----------------------------	----------------------------

پہلے بھی ذات حقی آخر میں بھی وہی رہیکی بنج میں بھی اس کے سوا مجھ نہیں سے غالباً
و دھکا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

ڈلوبیا مجھ کو ہوتے لئے نہ ہوتا میں تو کیا ہتا

حشر لات کا چکر

بشنواز نے چوں حکائت میں کند ا روم	وز جدائی نا شکاشت میں کند
-----------------------------------	---------------------------

آفتباذ کی بدولت سمندر سے بخارات اڑتے اور ہوا پر کسیں کے کسیں مارے پھرتے ہیں کسی جگہ ابر بن کر ر عدد بر ق سے آسمان پر سراٹھاتے ہیں کسیں برف و شالہ بن کر گئے اور وہیں کے ہو رہتے ہیں کسی مقام پر مو سلا دھار مینہ بن کر رہتے اور زمین پر طونان پھاتتے ہیں وہی یا ان ناول سے ندیوں پر چڑھائی کرتا اور ندیوں سے دریاؤں کا جوش و خردش پڑاتا تھا میں مارتا میں مارتا کھا سمندر کا رستہ لیتا ہے ہوا زمین پر یا پانی کی روائی نظر آتی ہے مگر ابشار پر پنجکر نمونہ حشر پا کر دیتی ہے شور و غل کی بیتباک صد اور تلائی موج کا ہو شر با شکار دل کو دبلاتا ہے موجود کی ترکتا اور ایک لاد سرے کو فتا کرنا حادث روزگار کا تماشا دکھاتا ہے اس پنگکارہ رستیز کے بعد کچھ آگے چل کر پھر وہی عالم سکوت طاری ہوتا ہے گویا دنیا کا بین العدین ہونا آنکھوں کے سامنے

پھر جاتا ہے کہیں کچھ پانی قلہ کوہ پر بہت بن کر جم رہا یا چلتے چلتے راہ بھول کر کسی گڑھے میں جاگرتا
تو منزل مقصود سے باز رہکر پڑا طراز کرتا ہے ان حوانق کو پھر آفتاب ہی اپنی نظر عنایت سے وور کرتا ہے
یا تو گرمی شعاع بخار بن کر دوش ہوا۔ ڈالتی ہے یا پچھلا کر دریا کی جانب روائی کردیتی ہے اور آخر کار
ابنی اصل سے جا ملتا ہے۔ ۵

بہر چینی سوئے اصل خود رو رو	جز و سوئے کٹ خود را جمع شو د
-----------------------------	------------------------------

سن تیرا بھی بعینہ ہی طلہ ہو رہا ہے کہ ذات سے جدا ہو کر خواہشون میں جنتیں کہیں سے کہیں مارا
پھرتا ہے ذات سے علم میں علم سے ارادہ میں اور ارادہ سے نہاد میں آیا۔ مان غمہ لات کے چکر میں پڑ کر
ابنی اصل کو فراموش کر بیٹھا۔ بدمداد اتنی سے جسم کی خندق میں گر پڑا اور خواہشون کی سردی سے
برن کی طرح جنم گیا۔ میں راہداست سے بہت دور اور بلا قوی کے زر غمہ میں مجبو رہے۔ ۶

اگر تو ترک خود گیری خدامی	پھر اچنڈیں تو در عین بلا می
---------------------------	-----------------------------

غصہ لات کا علم

جس وقت اپنی شناخت کی طرف تو جب ہوئی تو آفتاب ہدایت چکر۔ اطہار الدھر شیخ بن حسین
او ظلمت دم کا فور ہوئی ہے ادھر گرمی پیدا ہوئی ادھر خواہشون کی برف پانی پانی ہونے لگی اور ۷
ورست ہوئے خیالات یہ ہے راہ پر کئے غفلت سے آنکھ کھلی ۸

محبُّ رُخْ یارِ ہم آپ ہی تھے	کھلی آنکھ تو کوئی پرده نہ دیکھا
------------------------------	---------------------------------

یہاں کے سب تعلقات و اضافات جو محض وہی خیالی ہیں آخر میں بالکل نہیں رہتے
لکھ مال اور اہل و عیال تو در کنار خود جسم و جہاں بھی اپنے نہیں تو آخر میں کون؟ اور میرا کیا ہے یہ
دعویٰ تو بزرگیر طب کی شعبدہ بازی سے پیدا ہوئی ہیں ورنہ میں یا بہرانہ پہلے تھا اب ہے ۹

ایں تماشا، طلے سے بیش نیست	در گذر از جملہ سے بیش نیست
----------------------------	----------------------------

او قلب مجھ سے بے نیں اس سے بھروس کے شعبدوں سے مجھے کیا سروکار ۱۰

من چورخ او جم اندیشہ گرسا	کے رسد بر سر گرس را دسترس
---------------------------	---------------------------

عوالم

اس عالم میں جو کچھ نظر آ رہا ہے اس میں بعض اجسام کثیف ہیں بعض لطیف اور بعض الطف

کثیف تودہ ہیں جن کے اجزاء با صہیوت ہیں اور ابھی بکہ دوسرے کو میں آلتے دیتے جیسے پتھر
ایٹ وغیرہ، لطیف وہ ہیں کہ انظر تو نہیں آتے مگر حرکت سے محسوس ہو ستے ہیں جیسے ہوا مگر وہ بھی
جگہ کھیرتے ہیں اس لئے کثیف کے سامنے جب تک ایک جو اسے چکر خالی نہ ہو دوسری ہو
اس میں سامنے میں سکتی۔ البتہ دشمنی ایسی پیزیر ہے کہ ہزاروں چنانچوں کم ایک ہی جملہ سما جاتی ہے
اس لئے ان سب سے الطف بے کمر کثیف اشیاء کے اندر جانے سے دبھی قاصر ہے یہ تودہ عالم ہے
جو جہات و تینیں کا پابند ہے اس لئے بالآخر عالم تصور و غیال ہے کہ اس کو نہ کوئی تجاذب مانع بھوئی
چیز سدا را مگر خیال میں بھی اس سر ہے کہ وہ ارادہ اور قدرت کا محتاج ہے البتہ جہاں ارادہ اور قدرت کی
بھی حاجت نہیں وہ مقام خلا ہے کہ عرش سے فرش تک جہاں تلاش کرو یہ بودھے مگر وہ بھی تعین سے
خالی نہیں ہاں اس کے بعد عقل سلیمانی ہے کہ عالم لا مکان ولا قیم سے جس میں یہ سارے عالم ہما
ہوئے میں مگر عقل اسکی حقیقت کے اور اک سے درمانہ و حیران ہے پھر سب ان عوالم مکان ولا مکان کا
ہنگامہ میں موجود ہے اور ہم ہی داصل اس کے موجود و قیوم ہیں۔ قلمبند، رضا حبیب

بوجی باشد خود تو فی غیر تو غیست | خود حباب خود شد نی ورنہ بکے ست

میں کون ہوں

جملہ عالم مجھ میں اور مجھ سے ہیں تو پھر کون ہوں مجھ میں حسم یا خواص نہیں کیونکہ بیرون سے بغیر کوئی
کوئی نام سے کوئی نہیں بخارتا بکہ میراجنازہ کہتے ہیں میر نفس ہیں طلب نہیں روح نہیں کیونکہ یہ سب
میرے ہیں میں میں بھی طبیعت ہوں میں ان سے پاک و بر تمہل آخر میں کون ہوں نہ میں تھید ہوں نہ متعلق نہ
میری ابتداء ہے نہ انتہاء میں نور ہوں نہ ظلمت نہ یقین ہوں نہ گمان۔ یہ سب مجھ سے ہیں اور میں ان میں
موجود ہوں اچھا تو میں کون ہوں۔

ران دن جاؤ اگر می برسات بہار یہ سب زمانہ ہیں ہیں اور زمانہ ان میں دیسا ہی ہیں سب میں
شائل ارب بھی طبیعت ہوں نہ سا بہان۔ جنوبی جھرہ۔ شمالی والان۔ یہ سب مکان ہیں ہیں اور ہر ایک مکان
اور مکان ان میں سے اسی طرح ہیں سب میں ہوں اور سب مجھ ہیں۔ بھرپوری میں سب پاک ہوں نہ ہوں نہ وہ
ہوں جو ہوں سو ہوں مگر بچے نام و نہشان ہوں۔

روهم

نفی کردم تابری ز اشباع تو
چوں بیمری مرگ گوئند راز را

میں رہا اشباع پیش از نفی تو!
ور نوا آرم بنی ایں سازرا

پیدا وہ ہو جو پہلے نہ سرستے وہ جو بعد میں نہ ہو میں تو جسم کے دل و آخر وسط میں جوں کا توں موجود ہوں۔ جیسے بیداری و خواب بیرونی میں ایک خیال ان حالتوں کے دونت کی نسبت موجود رہتا ہے پس ان حالتوں کا شابد میں ہوں۔ نہ یہ حالتیں۔ ۲۷ عالم

حیران ہوں پھر شاہد ہے کس حساب میں	اصل شمود و شاہد و مشمود ایک ہے
روم وارہی از جسم گو جہاں ویدہ	تو نہ ایں جسم بل آب دیرہ
تاشوی دریائے بے حد و کراں	آب جہاں را ریز اندر جسم جہاں
جستن اندر خاک فم بیمودہ است	شاترا آنچا بر و کو بودہ است

اور میں اس بکھیرے میں کیوں پڑوں کریں شاہد و مشمود۔ پوچھنے کل وہی کیوں نہ بنار ہوں۔ جوان خیالات سے پہلے تھا کیوں کہ جو بہ طیف انسانی جو خیال کرتا ہے وہی بھاتا ہے سہ روم

ما بنتے تو استخوان و ریشه	اسکے پرادر تو ہمیں اندریشہ
ور بود خارے تو ہمیں گلشنی	اگر گل است اندریشہ تو گلشنی

خطاب دم

بندہ حق بے نشان ہوں حق شود	کے مقید و اصل سلطنت شود
برکشانہ بے حجاب پر و بال	باش تاروزے کر این فکر و خیال
علم غمی شنی هنایت اکٹا وجھہ	مے نہاند در جہاں یک تار مو
جز خدا شے واحد حق دُود	نے سما بینی نہ انترنے وجود
لیک با ایں جملہ بالاتر خرام روم	لیک با ایں جملہ بالاتر خرام روم
پھونکه عرض افسد و اس بود درام	اگرچہ ایں ستی چوباز اشہب است
بر ترازوئے ہم زمین قدس ہست	اور زمین قدس کا بیان نہیں ہو سکتا ہے یقول مولمنا

با تو روح القدس گوئد نتے نمش	پھیز دیگر ماند اما گفتگو شر
ہمین و بے عیرون اے ہم تو من	نے تو گوئی ہم گو شش خوشیتن
بوش را بگذار دا بگھہ ہو شدار	بوش را بگذار دا بگھہ ہو شدار

غرض جملہ خیالات و تصویرات سے گذر کر حالت کم گتگوکی میں خود مستقر ہونا چاہئے پھرنا شاہ	ہے نہ شہود نہ خودی ہے نہ خدا۔ ۲۸
---	----------------------------------

یارب کوئی نقش معا بھی نہ رہے	اور دل میں خیال ماسوا بھی نہ رہے
------------------------------	----------------------------------

رہ جائے تو صرف بے نشانی باقی

بپرسنے سمجھ میں وہ خدا جی نہ رہتے
لہور اس مقام کو التوحید ترک التوحید فی التوحید کہتے ہیں، حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تے فرمایا ہے کہ موحد مقام توحید میں پہنچتا ہے تو، ہم نہ سعد رہتا ہے نہ توحید نہ خود ہی زندگانہ شانہ
نہ معبود نہ سستی نہیں تذہب نہ صفات نہ جبرايل نہ قرآن نہ سم نہ سنتے نہ اقوال نہ آخر نہ ظاہر نہ باطن
نہ بہشت نہ دوزخ نہ فور نہ ظلمت نہ نفعی نہ اثبات نہ آمان نہ زین نہ منزل نہ قائم نہ طالب نہ مطلوب
نہ عاشق یہ عشق نہ عشق نہ ادم نہ المیس نہ کفر نہ اسلام نہ صال نہ حرام نہ عدم نہ وجود حضرت علی
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کلہر شادبے کہ جب عارف اپنے غیر کی شنخت کر لیتا ہے تو اپنے رب کو بھی نتا ہے
مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ اور اس شناخت سے بے احتیار حکرنا اتنا ہی وجہ ہوتا ہے
جس کی شدت و کثرت میں نہ عارف رہتا ہے نہ معروف علی نہ ہے۔ کمال عشق بھی یہی ہے کہ عاشق سے
نہ عشق صرف عشق ہی عشق رہ جائے اگرچہ بظاہر کمال عشق یہ بھی میں آتا ہے کہ عشق سے وصل
ہو جائے مگر اصل ہے کہ اس کو بھی بھول جائے کیونکہ حیات عاشق عشق سے ہے نہ مشوق سے
بیسی پروانہ جب شمع پکرا تو اس کا وجود جو غیر تھا بلکہ فنا ہو گیا اور شملہ آتش نے اس کو بالکل اپنا
سبان لینا پس اس کی غذا و بقاہ محض آتش ہے نہ شمع رہی نہ پروانہ اور اسی مقام کو حضرت
عطارلوں نہ سماتے ہیں ۵

دل بود طعنہ خور ز چار خط | امر و بائد کہ گذر دزیں چا

اول

اگر بود خاطر تو مائل حق | خطرہ آسمانیش پندار

دوم

اور بسوئے عبادت بکشد | خطوات مائنکش بشمار

سوم

اور غدوایں تق تو مائل خور | ایں کشاکش ز نفس بد انگار

چہارم

در بیا بیش ترود جاہ | ملک رچپیں و چپیں برآرم کار

بان من ایں خطر ز شیطان است | ایں خطر از درست ہر دم کار

نہ خداں مان و نہ فضل بخار | از خطرها اگر بروں آئی

سندل تواد ادنی
یک میں جاستا و نہست مشکل
بلکہ از بینجا گز شست و شوار

اور تکندر صد حب پانی پتی نے ایک بی شرمی خاتمه کر دیا ہے۔ ۵

سرہ نہ میتم دارم کلاہ چار ترک
ترک دنیا ترک عقبی ترک پہنا ترک ترک

پیغمبر اُمش عالم و فنا عَلَّمْ

بہ ذاتِ بھجوں و بھیکوں سینے شب و نہیوں ہے زاس کوئی شے سے مشابہت نہ کسی شے کو
ہے منہ سرت نہ لافت خدا کہ اس کے نزیر سے کچھ شہرت نہ سافی عقل کو اس باعثت سمجھے
اقفیت دے۔ انوری سب تشبیحیں اور استعدادیں سے یا کہ اور عقل فہم سے برکت ہے لیکن کشکشی کے سے

ایے بربر خیل خسوس و حکماں و عالم اور ہر جو کفتہ ایم و شنیدہم و خواندہ ایم

پہنچ دیجھ کسی کے ساتھ دیکھا ذوق مجھے، ہم نے کبھی تہنا نہ پا یا

اُن آشہری کا نام عالم ہے جس کوئی فانی کہ سکتے ہیں نہ باقی ذات کہ سکتے ہیں نہ حق
اس عالم میں خالی معنوں کا زنجیزگ مخلوق کی صورت میں نظر آتا یا عقل و اور اک میں پایا جانا اصراف
ایک نہودے عزیز ظاہر کے نزد یا کہ موجود و حقیقی اور اہل باطن کی نظر میں نیست، ہستہ نہانے سے

عمر پو شید و کف کر دا مشکل اورم ابادر ایو شید و نہودت غبار

اس ذات پاک سے عالم مکان میں داخل روح نے ظہور کر دا جو نہاشت لطیف اور اثر فعل سے

یک و بہتر ہے سخت تکندر یا لیں یعنی سچے روح مخاطبہ میں چند اشارے کئے ہیں ۵

مرجب اے فیض محشی کائنات ایافت ترکیب اے وجود تو حیات

غوق بودی در محیط ذات پاک اے آبودی در دامے لامکاں

پاک بودی در حسہ میم کہریاں کاہ ورزخ روی سازی سقاہ

گاہ در حبہ روی اے خ شخراں گہ نخی جلوہ در اقتیم فنا

از تور و شن کو کب ایمان من در سخن شد عندیب با نوا

شخفت بشتو تا بخوئم راز نا

تاشنا سہم ذات درا صفات
چوں بخت آدم نستم عیسیٰ
گروہ پرس قی زد حدت حاضر
گشت پیدا از جبال دوال

آندریده حق مرا از نور ذات
بوده ام در با غر وحدت بے نشان
امریم روح کرده نام نام
تافت بر هر ذره خور شید کمال

غرض روح تے جپدارا وہ کیا کہ میں کچھ کام کردن تو اس سے جو حرکت پیدا ہوئی اسی کا
نام قلب ہے یا یوں سمجھو کر وہ نقطہ جس سے دارہ موجودہ انت گردش میں آیا تکب سے کہ کردا وہ انہار
ہوا تو محسوسات تک نظر آنے لگئے زہوا تو کچھ بھی نہیں جیسے ہوا پلی تو موس ہوئی وہ خیر اعلم

کی جو بس قلب نے ذرا حرکت ہوئی پیدا شدیہ و تسلی و شال

بیان سے ظاہر ہے کہ قلب ہمی ایک وجود طیف ہے جو نور ذات سے ہے اور جلیہ وجودات

یہ مسائی نور ہر جگہ موجود ہے مولوی معنوی

دولبیں از اب جیوان س فی است
ہر سر کیک شد چون ٹلسمر تو شکست

ایں جمال دل باقی اسب
خود ہم آب است و ہم ساقی وست

کہ میں سے تزویہ دو دویں دویں کہ

کی بات ہے کویا تمہاری صورت تم کو تمہارے انہی نظر آتے مگی یعنی اپنی صورت اپنی ذات میں پہنچے
آپکو نظر آنے لگی جیسے لوز اقتاب نظر میں ملایا اور اقتاب نظر یا اپنی آفتاب ہی نے آفتاب دیکھا میں

میں نین اللہ من و اندرون شہود
تو چوئی با تو در آنسے مجھو
از کہ ماشی توجہ اب بیں جاں
حق چہ جوئی حق توئی مے مرد دین

روئے در روئے شہود اندرون شہود
خود خودی با خود رہ دیگر پسو
بجھوں تو خود یا رخود می در خانماں
روسوئے بسطام دل کنجے فشیں

مکر حب دیکھنے والا جد اور صورت چڑھی تو وہی تفرقہ پڑگیا اور غلطی میں پیس گیا۔ غالب

جتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بعده بھا

اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بعده بھا

اعما

اجسیں نے فراق کا بدلت کر
واقف نہیں کون ہوں تیں کیا ہوں
میں خود نہیں دوسرا ہوں گویا

میں جلوہ ناز سے بھل کر
خبر اپنی تلاش کو چلا ہوں
کم ہو کے بناء ہوں اپنا جو یا

بیگانہ و شی میری عجب ہے اپنے کو بھلا دیا غصب ہے

اگر خیال ظاہر پڑو طے کیا تو اخیا نے فانی پر فرنیتہ ہو کر مبتلا نے مذاب ہو گیا اور باطن کی طرف متوجہ ہوا تو حقیقت پر مائل جو کہ اپنی اصل میں جاتا اور راحت جادیہ اسکا حقد ہوا جیسے عنہ کی لہر اگر بہرا فی تو نہ رہا مختلف لمباؤں سے اس کو سابقہ ٹرا اور جواند کی طرف گئی تو اصل میں جاتی ہیں جب تک سیدھی حرکت قائم ہے قیام عالم ہے اور جب یہ حالی رہی علم بھی نہ رہا۔

صودست از بیهودتی آمد روں باز شد اتا الیہ راجعون

عرض عالم کی بودنا بدو حکمت قلب پر خصر ہے اسی سے نفرت اٹھتا اور اسی سے فروہ جاتا ہے بیسے آگ ہو سکے ہی بھڑک اٹھتی اور ہو اسے ہی بجھ جانی ہے ۷

ادنیا خواجہ سنت زندگانی در فی خواب بہ بنی آزاد

دائیں میں یہ سارا جہاں جو بہادر وحی فطراء ہے ایک خواب طویل ہے کہ خیالِ نسانی نے اس کی اصل مان رکھا ہے ورنہ اپنا ہی ظہور ہے یعنی اینے ہی خیال نے پر صورت پکڑی ہے۔ اعلم

نظر چاہئے اور صعنہ چاہئے دل آئینہ ہی دیکھنا چاہئے
کوئی عکا، حمال سے وہ عالم کے ۸

پڑھی اپنی صدورست ہے اپنی نظر
فقط میں ہی میں ہوں کہاں غیر ہے
کیا آپ پر میں سنتے اپنا نہ ہو
عدم میں بھی میں آپ ہو وہ ہوں
مکا جنیش کروں قوہ جنیش کرے
ن مجھ سے جدا وہ نہیں اس سے دور
وہ مجھ میں سما یا ہے پن کر محدم
میں کرتا ہوں ظاہر اسی سے خطاب
سبے القصہ فعل اس کا سیرا ہی کام

ریگ جو مدد آنたا و شفی میں نظر آئے اس کو حقیقی سمجھنا دجوکہ ہے وہ خارجی وجود نہیں رکھتا ہے بلکہ آناتا ہی کافلہور ہے کیونکہ افتاب کے خیال یہی شاعر نے پر صورت پکڑ کی ہے زائد میں کہ سکتے ہیں زیرِ طیسمات دو جہاں بھی مشور گلارجے زرایہ سے نظر آتا ہے ورنہ حقیقت میں

آفتابِ حقیقی جلوہ گر ہے ۵ اعلیٰ

نے حست ہے نہ باطل ہے ز سال تو علی
یہ یک ہے بہرہ جعلی یہ جمالی
گنتی یہ رہا نہ رہا میں جراغانِ طلبانی
س قند میں جب تو بُلگنی شکلِ مغلی
کو مختلف اقسام سے محور سے خلی
تیر تگر دو عالم ہے تماشا سے خیاںی

اپنے ہی تصور سے میں یہ جملہ طسمات
جب روزِ ہوا و ہم کا سب ہو گئے موجود
ہے روشنی سب ایک نہ تینیں نہ ترقیق
ہر چند شخصی کے بکثرت یہ کھلوٹنے
پر قسم کا مبدأ ہے وہی ایک علاالت
نے کشف و کلامت نہ مناسب نہ مراتب

اہل عالم کی حالتیں

اہل عالم کی حالتیں میں ایک خواب دسری بیداری میں اہل تحقیق کے زدیک دلوں پر ابر
میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ ایک کلاں ہے ایک نرد جس طرح بیداری میں خواب کی اشیاء اور
وجود خارجی نہیں کو تغیریں لیتے ہی خواب میں بیداری کی اشیاء کا حال وحاظت ہے پس دونوں حالتیں
خواب و خیال میں وجود اصلی دونوں میں ایک بھی نہیں کوئی جو راتنات نہ ارب میں پیش آتے ہیں
وہ اس حالت میں تدقیقی علوم ہوتے ہیں مگر انکے کنانے کے بعد جبکہ وہ حالت بدلتی ہے تو بے
اصل معلوم ہوتے ہیں اسی طرح جو معاملات بیداری میں تدقیقی اور واقعی معلوم ہوئی ہیں ان لی
قلعی حصول معرفت کیوقت کھل جاتی ہے اس وقت حرمت ہونی ہے کہ یہ تماذی جو نظر آئے ہائے

نے سما بینی نہ اختیسہ سئے وجود

جب انکے زندگی تو دیکھتے تھے سب کچھ مرداں جب انکھوں تو کچھ نہ دیکھا ہم نے
بیداری کے ربط و نسب طبقت باہمی کا سعادت بھی خواب جیسا ہے زیر کہ وجود اصلی بخت اسے مدد و فرش
خیال لئے مان کھا بھے۔ ۵ اعلیٰ

روح و جسم و حواس و عقل و کمال
غضب در حسدت و جعلی و جمال
ہستی و سیکی بھی ہے پامال
وقتہ، پاضی یہاں نہ استقبالی

بحدودت میں سب میں ستغرق
ذات و جدت صفات گوناگوں
ہے یہاں نہست و اضافت یعنی
آل و حدت بے جو ہوا سو ہوا

بیان بالا سے ظاہر ہوا کہ جیسے خواب کی اشیا بیداری میں رہا تو، صح اسیں ایسی بھی عالم

بیداری کی اشیاء، معرفت کیوں نہیں رہیں کیونکہ عبادتیں اپنے اصل مرکز یہ جہاں سے چلا تھا پہنچ
جاتا ہے تو یہ سارا بہانہ مست جاتا ہے جسے نقطہ فوکس یا نقطہ دماغ میں جو نظریں تسلیم کرے گے اور کر
بناتی ہے سارے علیس کی عمر نہیں کام جاتی ہیں اور نہیں معدوم ہو کہاں گئیں۔ **ع**
محکم گئی پربت کورانیٰ رسول پھولی آنکھوں میں

اور یہ نقطہ مرکز اصلی انسانِ محدود و معین نہیں نہ طول رکھتا ہے ز عرض ز عمق نہ بعد نہ سافت تجھٹ
نہ فوق نہ است ز پیچہ نہ پیش نہیں۔ اور ایک وقت ہبھی امکنہ علیتیں و سافلین ناتمنا ہی کا اس سے
خارج نہیں لا۔ **يَعْزِزُ بَعْثَةً مِنْقَالَ ذَاهِنَةً فِي الْمَوْتِ وَلَا يَنِي الْأَذْصِنَ سَهْ حَفْتَ عَطَارَ**

ز نقطہ کرد، می باش ساکن	کہ تاچوں انہیں باشی تو ایمن
-------------------------	-----------------------------

شبی علیہ رحمت نے اسی مقامِ مقامی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میں نقطہ بائے بسم اللہ ہوں آل
داحدوہ لمحہ ہے کا زندگی شہزادی نیامدہ اہل سے اب تک اس میں موجود حاضر ہیں سے سولوی سنوی

چوں مناند حس سے بھیوں شوی	بچوں ز ساعت سا عتے بیرول شوی
صدہ راں سال ساعت ہائیکے سوت	زاں کے آں وجہ ملت ہائیکے سوت
عقل رارہ نیست سوئے اقتدا	ہست ازل را ز بدر اتحاد
ماضی و مستقبل و عالش کجاست	لامکانے کاند راں نور خدا سوت

یہ نقطہ یا المحض واحد حقیقی کے سارے وحدانیت و فروانیت کا مظہر ہے نہ کہ خود واحد حقیقی وہ ذات پاک
اس سے بھی منزہ ہے کیونکہ از من و امکنہ و جہات سب حادث ہیں اور وہ قدم۔ پھر حادث میں قدم کی کانی
کہاں۔ اور یہ مقامِ خبر دیتا ہے بی قع اللہ و قیمت اور مقامِ محمد۔ اور مقامِ ابراہیم سے سے عطار

الا اے لوز قد سی باز بنا	از زنگ امینہ دل پاک بزدا
زمین و آسمان بردار از پیش	نمود جسم و جاں بردار از پیش

جب سالک کو جست کاملہ جذب کر کے مشاہدہ میں لیجاتی ہے تو اس کو حال کہتے ہیں اور حال
میں کچھ شعور نہیں رہتا جو پہنچتا ہے دہی ندارد ہوتا ہے پھر بیان ہیں کیا آسکے **ع**

نحرم ناسوت بلا ہوت باد

لَهْلَى قَعَ اللَّهُ وَقَى لَكَ نِيَقْنُ فِيهِ نَىقْ مَرْهَلُ وَ لَكَ مَائِكَ مَهْرَبُ
لَهْ مَقَامٌ مُحْمُودٌ بَعْضُهُ أَنْ بَعْتَكَ سَبَقْكَ مَقَامًا تَحْمُودَهُ
لَهْ مَقَامٌ بَرْدَوِيْمُ وَ مَسْ دَخْلَهُ تَكَانَ أَصِنَا

پس خود ترانہ اثبات داعا ایں خانہ مشمش دراست و شمات

راه پس و پیش بستہ گرداد	تطبع کم و بیش در نور دو
لے شدح بود عبارتے را	لنے زہرہ بود اسفارتے را

مولوی معنوی

کاندرائیں بے درن میر و ند کلام	ایسے خدا بنائے مارا آں مقام
جام پر دازیم و آنجا گام نتے	گام اندازم و آنجا گام نتے

ز بھک آنجا جملہ اشیا جانی است
محضی اندر سعنی و ربانی است

عیان عشق باشد لیس فی الدار	دریں جائے نمائندروئے دلدار
نمودار است ایں جاصانع پاک	دریں جانیست جسم و حقل ہوا دراک

مناجات

کہ ہر ایک ذرہ میں دلکھوں مجھے
نہ ہو اور کچھ تو ہی تو ہون قحط
نہ پھسلے مگر میرا پائے ثبات
تو ہی دیدن جائے بہری سرشت
مرے دل کو وحدت سے سعمور کر
بڑھوں پتے پتے سے تیرا سین
ہر ایک گل میں یاؤں تمازنگ و یو
سنوں تیر انفسہ جمادات سے
نہ پائے مگر مجھ کو میرا انشاں
سنوں گوش جان سے نمائے است
محبت کے شعلہ سے مجھ کو چلا

خدا یا وہ کامل نظر دے مجھے
وہ غم دے کہ ہو جائیں سب غم غلط
اگر غرق طوفان ہو کل کائنات
ربے دھیان میں کچھ دوزخ ہبہشت
مرے دل سے زنگ دوئی دوز کر
مئے وہم باطل نظر آئے حق
نگاہوں میں ہو چلوہ گر تو ہی تو
کروں فرم مجھ کو ہراک بات سے
ترا جلوہ دلکھوں نشان و عیان
ترے بادۂ عشق سے ہو کے ست
کھوں میں بٹلے اور ہو جاؤں لا

مری بیخودی پر ہوں قریب سے چلا تھا بیخ
تمنا ہے یہ اب تو جو ہو سے گذرا کر
مجھے ایک ہو جائے ماضی و حال
کروں بیخودی میں خدائی کی سیر
سری زیست بن جائے تیری حیاتہ
مری چال ہو جائے تیرا خرام
تیر کے ورطہ میں کروے غریق
فقط درمیان ایکضمون ہے

کھوں اور سنوں خود بنوں چشم ڈکوش
محبت کے دریا میں مجھ کو ڈبو
ربے مساوا کا نہ ذرہ خیال
فلاد ملا میں نہ ہو و حسم غیر
سیری و صن بن جائیں تیری صفاتہ
سری بات بن جائے تیرا کلام
پلا مجھ کو عزہ فان کا جامِ ریق
نہ سیلے رہے اور نہ محبوں رہئے

نہ ساغر ہے اور نہ ساقی ربے
سو اتیرے کوئی نہ باقی ربے

خاتمه

میرا حسین صاحب مرحوم و مغفور جو ایک نیک سیرت و پاک طینست جوان تھے
اس رسالہ کا پہاڑ سودہ لکھنؤ لے گئے۔ اور مطبع نامی مشی لول کشور میں طبع کرایا۔
اب اس پر نظر ثانی میں کسی قدہ اضافہ کیا گیا۔ اور کہیں کہیں عبارت میں بھی تغیر کا
اتفاق ہوا ہے۔ جن اشعار پر اعلم لکھا گیا ہے۔ وہ میرے دوست بے ریا اور محبت با صفا
سونوی محمد اسمعیل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے فکر سا کا ترتیب ہے۔ فقط

بِحُمَّالِ الدِّينِ وَبِيَتِ الْمُكَبَّرِ

عبدالاحد کاتب تعلیمہ بیانگ

اکسیر عربی

میں نہ کئے فضل و کرم سے وہ تمام خوبیاں جو دیں جن کے محتل کرنے کیواستے اہل مکتبے لالھوں پر پہیہ
اپ اور نیز جبوٹ اشتماروں کی نظر کئے ہیں خداوند کریم کی عنائت سے اب چونکہ ہندوستان کے ہر حصہ
میں اکسیر عربی کا تحریر و سمع پہلوان پر ہو چکا ہے اس لئے مجھے اس کی تعریف میں صحیح سیداہ کر کے آپ کی سعی
خراصی نہ نہ نہیں اور نہ ملکے پری صفات بیان کرنیکی اسی شتما میں نجماشت ہے یہ جوانی کی روح اور ڈرامے کی جان ہے
یہ تقویٰ مسکب سفر جا بہی ہے دیر یہ کہ تمام امراض شل کثرت احتلام و جرایں عرف غیرہ کو نافع ہے جوانی کی غلطیاں
اور عین کی شادی سے جب دی زندہ درگور ہو جاتے ہیں اکسیر عربی نئی زندگی نجاشتا ہے اسکی پہلی خوارک منہ میں ڈلتے
ہیں دو ماخ میں لیکے بیچ لاتا شیر تحریک سرو دپیدا ہو کر حواس خمسہ ظاہری و باطنی تیز دروشن ہو جاتے ہیں حیالات
اعلیٰ وغیرہ سو جھنے لگتے ہیں دل کو تقویت اور تفریغ پہنچتی ہے کہ گویا خدا نے خالق نے ایک نئی زندگی عطا کی ہے فتن
دل نہیں دل کا دھرنا مل کا ڈوبتے جانا پر انکہ غیالی سانس کا بھوننا وغیرہ امراض کیواستے ایک سچا اور قابل
اعتماد تریاق ہے اسکے استعمال سے ویرج کے تمام امراض کو ایک طبق ناما دہ پہنچتا ہے جو اور ادویات کی طرح عارضی نہیں
ہوتا جب اعصاب میں سبب کوتاہ اندری غلط کارزی ہیا شی کثرت جنت میما غمی سچ دنکر دغیرہ صعف آجائے اور جسم تر
کمی دا قم ہو تو اکسیر عربی ایسی حالت میں ثابت ہو گا اسلئے ایروں جبوں و کیلوں منصفوں تفصیلداروں رئیس دل
جاگیر داروں محشریوں فوج اور پیس کے عمدہ داروں وغیرہ کو یہ مہنگی فیض ہر دم اپنی جیبت کیسا تحریر کرنا یا جانتے
جمال طبیعت گھر ای جب دیکھ نہیں ڈانی اور تروتازہ ہو گئے۔

قیمت فی شیشی (للعل) میں شیشی کی خریداری پر خرچ ڈاک معاف
قانونی اور اخلاقی وحدہ میں یہ قلم سے نیچے سنجھا کر کے قانونیاً اور اخلاقیاً مدد دار ہوں کہ اکسیر عربی میں
تعزیز ثہتا کے نہ کھلے تو اس کی قیمت بذریعہ نئی آڑہ رو ایسی کرد و نکاح مہر الیم قسم نہ د اکسیر عربی کے سرٹیفیکیٹ
دیج کرتے خلاف تسدیق ہیں اس لئے صحیح نہیں کئے گئے۔

المتش
پر و فدی مسیح محمد الیمن لان پی حیدر علی طب طرسوفی نہدی والدین صلیع جبرا

اپ کے جملات حاصل ہیں
لئے سے گذرا کر

اہ کیا ت

لئے جس قدر نام پایا ہے اسکی مکمل تشریح کیوں اس طے ایک علمیہ کتاب کے بغیر درست ہے عام طور پر ہر ایک انسانی بیماری کے دفعے کیوں اس طے ایک سیرا عظم ہے طرف تو یہ ہے کاس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے درد سر و قہقہ کے زخم کہاں ہی ذمہ دنوں پناہ
درد سنج . وجع المفاصل . بُوا سیرہ نقرس معدہ کے ہر قسم کے تردد اور شدّہ وجع بیضہ طاعون پھوٹا ہی صنی لائے
اد دانت کے درد اور ضعف بصدارت . منعف باہ نامدی . لقوہ . ناجع . سوزاک . آتشک . بخار ہر قہقہ نامزد
و غصہ اراضی کیسے اکیرہ ثابت ہوا ہے نامدی کے لئے درجہ کا طلاق ہے۔ اب حیات جس گھر میں موجود ہے ایک
حکیم ناذق موجود ہے جس میں موجود ہے وہ تمام بیماریوں سے محفوظ ہے جس صکیم کے پاس موجود ہے اس کو
اوادیات تیار کرنے یا کرانے کی مطلق ضرورت نہیں ایک شیشی میں پیاس سائے بیماروں کیسے رہوں ہیں ۔
آب حیات کے مقابلہ میں اوادیات کے وزنیں کبضوں ہیں سفریاد بیانات میں جہاں حکیم اور اکٹھنیں مسلکتاء
ایک شرط عظیٰ ہے ہر بڑے ناجی حکیم و روکثڑ کے استعمال سے پانچ کے پیاس بنا رہے ہیں تاہم اتفاق آدمی کو
استعمال کر کے پورا حکیم بن سکتا ہے اور اپنی آمدی کو دس گناہ بڑھا سکتا ہے اب حیات سے ہر ایک دعاء کا
رشته ہو جاتا ہے پارہ کی گولی بن سکتی ہے یہ صرف بوٹیوں کا تسلی ہے قیمت فی شیشی صرف دعا رہلا وہ محسوس ہے
منورت کی دواہ رہلا وہ محسوس ۔ اگر آب حیات بوجب تعریف اشتہار کے اکیرہ ثابت نہ ہو تو اپ کے ایک بار
لکھیدن کو بزرگی شہادت کے قیمت شیشی کی معایبات پڑھیں مدد طور پر جانہ بذریعہ سنی ہارڈ روپیں کر دوں گھا مولہ نصیر
ادوث ۔ اپنے قلم سے یہ دستخط کر کے میں قانوناً پابند و ذمہ وار ہو گیا ہوں کہ آب حیات بوجب اشتہار ثابت
نہ ہونے کی صورت میں بلا سل و جمعت قیمت سعہ ہر جانہ دید و ملکا۔

مرعامت ، اکٹھی میں شیشی خلب کرنے والوں کو محسولہ ڈال میاف چھشیشی کے خریدار کو منونہ کی جھیلی
شیشی سفت ۔ اب حیات کی تعریف میں روزانہ اس قدر سرٹیکٹ موسول ہوتے ہیں جن کے اندرج
کے لئے اسی شیخیم بلدیں بھی ناکافی ہیں مگر میں آئیں کے اطبیان کے لئے شفہ کی یہ ملی سہ ماہی سے
صرف رستک تازہ بکم سبزی لفڑت ۳۱ مارچ شفہ ۱۹۷۹ء

تمہر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَوَّلَ حَمْدٍ لِلَّهِ الْمُكَبِّرِ مُلِيٰ مِدْرَصَوْقِي بَطْلَى بَهَادِ الدِّينِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

